نمبر ۷۷ | مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۱۱ شعبان ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

جلسہ سالانہ ۱۹۳۰ء کے اہم کوائف مختصر الفاظ میں

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۹۳۰ء مرکز سلسلہ میں ۲۶۔ دسمبر ۱۹۳۰ء سے شروع ہو کر ۲۸۔ دسمبر ۱۹۳۰ء کو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا:۔

قبولیت دعا کا نظارہ

چونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر دسمبر کے پہلے حصہ میں بارش نہ ہو۔ تو آخری ایام میں ہوا کرتی ہے۔ ایک گذشتہ جلسہ کے موقعہ پر ایسا ہو بھی چکا ہے۔ اس لئے ۱۹۔ دسمبر ۱۹۳۰ء کے جمعہ کے خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس بابت کا ذکر کرتے ہوئے دعا بھی فرمائی۔ کہ کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ گو ۲۸۔ دسمبر ۱۹۳۰ء مطلع ابر آلود رہا اور تیز ٹھنڈی ہوا بھی چلتی رہی بارش نہ ہوئی۔ ۲۸۔ دسمبر کی شب کو جلسہ ختم ہونے کے بہت دیر بعد کسی قدر ترشح ہوا۔ اور پھر ۲۹۔ دسمبر دن کو زیادہ بارش ہوئی۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے جلسہ کے ختم ہونے تک بارش کو روک کر اپنا خاص فضل کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی دعا کی قبولیت کا نظارہ دکھایا:۔

دور دراز کے مہمان

جلسہ میں شمولیت کے لئے ہندوستان کے ہر حصہ سے ہر طبقہ کے لوگ بتعداد کثیر تشریف لائے۔ افریقہ اور برما سے بھی محض جلسہ میں شامل ہونے کے لئے احباب آئے۔ غیر احمدی اور غیر مسلم معززین بھی تشریف لائے۔ اگرچہ ویک اینڈ ٹکٹ کی رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے مہمانوں کی کثیر تعداد ۲۵۔ کی شام اور ۲۶۔ دسمبر کی صبح کو پہونچی۔ مگر پھر بھی احباب کی ایک خاص تعداد ۲۴۔ کو ہی پہونچ چکی تھی۔ ۲۵ سے ۳۰ تاریخ تک معمولی گاڑیوں کے علاوہ محکمہ ریلوے کی طرف سے سپیشل ٹرینیں بھی چلائی گئیں۔ مسٹر ڈبلیو۔ جے فیر ٹریفک انسپکٹر صاحب نے مسافروں کی سہولت اور آرام کا بہت خیال رکھا۔ ... قادیان آ کر پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے مشورہ کے مطابق گاڑیوں کے اوقات مقرر کئے۔ ان کی فرض شناسی اور سرگرمی قابل تعریف ہے:۔

مہمانوں کی آسائش کا انتظام

مہمانوں کی آسائش کے لئے قادیان کے ریلوے اسٹیشن پر دو انٹیرو ... کے علاوہ بٹالہ اور امرتسر میں بھی کارکن موجود تھے۔ جو انہیں آمد و رفت کے سلسلہ میں ہر قسم کی معلومات بہم پہونچانے اور امداد دیتے تھے۔ محکمہ ریلوے سے مل کر احباب کے کافی تعداد میں جمع ہو جانے پر سپیشل گاڑی کا انتظام کرانا بھی ایسے کارکنوں کے فرائض میں داخل تھا:۔

جلسہ گاہ

جلسہ گاہ سابقہ مقام پر ہی بنائی گئی تھی۔ جس کا رقبہ ۱۳۰×۱۴۰ فٹ تھا۔ اور چاروں طرف ۱۳ سیڑھیوں کی گیلریاں بنائی گئی تھیں۔ گذشتہ سال اس کا رقبہ ۱۲۵×۱۲۰ تھا۔ مگر اس سال خاص ...

کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر کے وقت اس قدر احباب باہر کھڑے تھے۔ کہ حضورؒ کو ان کے لئے جگہ نکالنے کی تحریک کرنی پڑی ؛

مہمانوں کی تعداد

کھانے کی پرچیوں کے رو سے اس دفعہ مہمانوں کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔ لیکن جلسہ گاہ کا باوجود گذشتہ سال کی نسبت کسی قدر وسیع ہونے کے پُر ہو جانا ظاہر کرتا ہے۔ کہ تعداد یقیناً سال گذشتہ سے زیادہ تھی۔ گذشتہ سال پرچیوں کے رو سے ۲۱۶ ۷ ۔ تعداد تھی ؛

حسنِ انتظام

مہمانوں کی اس کثرت اور سردی کی اس شدت کے باوجود حسنِ انتظام کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ احباب کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ٹھیک وقت پر جلسہ گاہ میں پہونچ جاتے تھے اور کسی ایک وقت بھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ کھانا کم ہو جانے کی وجہ سے یا وقت پر تیار نہ ہونے کے باعث تکلیف پہونچی ہو جس کے لئے کارکنان جلسہ مستحق مبارک باد ہیں۔ یہ بھی خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہوا۔ کہ امسال بھی اس مبارک اجتماع کے موقعہ پر کسی قسم کا کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا ہجوم خلق کی وجہ سے کئی ایک بچے اپنے والدین سے جُدا ہو کر گم ہو جاتے تھے لیکن جلدی انہیں والدین کے پاس پہونچا دیا جاتا ؛

اِنتظامِ جلسہ

جلسہ کے منتظم اعلےٰ جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت تھے۔ جن کے ماتحت اندرون قصبہ شیخ عبد الرحمن صاحب مصری اور بیرون قصبہ خاں عبد اللہ خان صاحب ناظم تھے۔ ان کے ماتحت ہر صیغہ کا انتظام علیحدہ علیحدہ افسروں کے سپرد تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات کا انتظام شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سکرٹری اور جلسہ گاہ کا انتظام جناب چودھری فتح محمد صاحب ناظر دعوت وتبلیغ کے ذمہ تھا۔ کھانے کے لئے مہمانوں کو عام طور پر صبح کے وقت دال اور شام کے وقت گوشت ملتا رہا۔ بیماروں وغیرہ کے لئے خاص انتظام بھی تھا ؛

حضرت خلیفۃ المسیح اور انتظاماتِ جلسہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ۲۵۔ دسمبر کو بنفس نفیس تمام انتظامات کا معائنہ فرمایا۔ حضورؒ جلسہ گاہ اور سٹیشن پر بھی تشریف لے گئے۔ کارکنانِ جلسہ کو ضروری ہدایات بھی دیں۔ تمام امور کی تفصیلی رپورٹ روزانہ حضورؒ کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی اور جلسہ گاہ کی رپورٹ ہر دو گھنٹہ کے بعد میں دی جاتی تھی۔ اس طرح حضور بذاتِ خود تمام انتظام کی نگرانی فرماتے رہے ؛

حضرت اقدس سے ملاقات

ملاقات ۲۶۔ دسمبر کی صبح سے شروع ہوئی۔ اس کے لئے روزانہ صبح ½۷ سے ½۹ بجے تک کا وقت اور شام ½۷ سے ۱۲ بجے تک کا وقت مقرر تھا۔ مگر یہ وقت بالکل ناکافی تھا۔ اور حضورؒ کو عام طور پر رات کے بڑے حصہ تک ملاقاتیں کرنی پڑتیں۔ حتٰے کہ ۲۸۔ دسمبر کی شب کو باوجودیکہ حضورؒ نے قریباً پانچ گھنٹے مسلسل تقریر فرمائی تھی تین بجے تک ملاقاتوں کے لئے جاگتے رہے۔ اور اس طرح ہزاروں انسانوں نے حضورؒ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا ؛

بیعت

۲۹۔ دسمبر کی صبح تک بیعت کرنے والوں کی تعداد ۴۵۴ تھی ۳۰۔ کو بھی بیعت ہوئی۔ یہ صرف مردوں کی تعداد ہے۔ جن مستورات نے بیعت کی ہے۔ ان کی تعداد ابھی معلوم نہیں ہو سکی ؛

پروگرام جلسہ

اس سال بعض حالات کے ماتحت جلسہ کے پروگرام میں کسی قدر تبدیلی کرنی پڑی۔ ایک تو یہ کہ خطبہ استقبالیہ ناظر صاحب ضیافت کی بجائے مولوی اللہ دتا صاحب نے پڑھا۔ یہ تبدیلی تو ایسی ہے۔ جو ہر سال ہی کرنی پڑتی ہے۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی۔ کہ چونکہ مفتی محمد صادق صاحب مسلم لیگ کے جلسہ میں شمولیت کے لئے جانے والے تھے۔ اس لئے ان کا لیکچر تیسرے دن کی بجائے دوسرے دن ہوا۔ ایک اور تبدیلی یہ کی گئی۔ کہ شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کی بجائے مولوی عبد الغفور صاحب نے تقریر کی ؛

خواتین کا جلسہ

یہ جلسہ علیحدہ جلسہ گاہ میں جو سابقہ جگہ پر تھی۔ باقاعدہ طور پر منعقد ہوتا رہا۔ ایام جلسہ میں خواتین کی دستکاری کی نمائش بھی مرکزی لجنہ اماء اللہ کے زیر اہتمام منعقد کی گئی۔ اس جلسہ کی تفصیلی رپورٹ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے موصول ہونے پر شائع کی جائے گی ؛

غرض خدا تعالےٰ کے فضل وکرم اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی دُعاؤں کی برکت سے جلسہ نہایت خیر وخوبی کے ساتھ ختم ہوا ؛

مختصر روئداد جلسہ سالانہ ۱۹۳۰ء

۲۶۔ دسمبر ~~۱۹۲۹ء~~ ۱۹۳۰ء ساڑھے دس بجے وقت مقررہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ افتتاحِ جلسہ کے لئے سٹیج پر تشریف لائے۔ حاضرین نے اللہ اکبر کے نعروں سے حضورؒ کا استقبال کیا۔ تلاوت اور نظم پڑھے جانے کے بعد حضورؒ نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ جو دوسری جگہ درج ہے۔ اس کے بعد حضورؒ کی موجودگی میں چند ریزولیوشنز پیش ہو کر متفقہ طور پر پاس ہوئے۔ یہ بھی اسی پرچہ میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ حضورؒ کے تشریف لے جانے کے بعد جلسہ زیر صدارت جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی شروع ہوا۔ خطبہ استقبالیہ ناظر صاحب ضیافت کی طرف سے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے پڑھا۔ اور پھر چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے نے "اقتصادیات اسلام" پر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نُور کی تقریر "سناتن دھرمیوں میں تبلیغ اسلام" پر ہوئی۔ اور پہلا اجلاس ختم ہوا ؛

نماز جمعہ اور عصر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے مسجد نور میں جمع کر کے پڑھائیں۔ اور خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمایا۔ جو اسی اخبار میں شائع کیا جا رہا ہے۔ دوسرا اجلاس ساڑھے تین بجے زیر صدارت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر شروع ہوا۔ اور قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے نے "اسلام اور برہموازم" پر تقریر فرمائی۔ ان کے بعد مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل نے "صداقت مسیح موعود علیہ السلام از روئے تورات وانجیل" پر تقریر کی۔ اور جلسہ سوا پانچ بجے ختم ہوا ؛

دوسرے دن کا پہلا اجلاس زیر صدارت خانصاحب چودھری نعمت خاں صاحب شروع ہوا۔ تلاوت اور نظم خوانی کے بعد مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل نے "اجرائے نبوت از روئے قرآن کریم" پر تقریر کی جس کے لئے حاضرین کی طرف سے کئی بار وقت بڑھانے کی خواہش ظاہر کی گئی۔ اس لئے مقررہ وقت سے کچھ زیادہ وقت اس کے لئے دیا گیا۔ دوسری تقریر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس نئے رنگ میں پیش کیا" پر کی۔ اس کے لئے بھی وقت میں اضافہ کی درخواست کی گئی۔ لیکن پروگرام کی مشکلات کی وجہ سے یار زندہ صحبت باقی پر اکتفا کرنا پڑا۔ تیسری تقریر مفتی محمد صادق صاحب نے "حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادتِ الٰہی" کے متعلق کی۔ اور اس پر اجلاس ختم ہوا۔ دوسرا اجلاس ۳ بجے شروع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ مقررہ وقت پر تشریف لائے۔ اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے۔ تلاوت اور نظم کے بعد حضورؒ نے سوا تین بجے بعض اہم امور کے متعلق تقریر شروع فرمائی۔ جو ساڑھے چھ بجے ختم ہوئی۔ سامعین نے جس سکون، خاموشی اور دلچسپی کے ساتھ تقریر سُنی۔ اس کی مثال کسی اور جگہ ملنی مشکل ہے ؛ ۴۴

۴۴۔ تیسرے دن کا پہلا اجلاس زیر صدارت قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے شروع ہوا۔ اور مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل نے "برکاتِ خلافت" پر تقریر کی جو اس قدر پسند کی گئی۔ کہ مقررہ وقت کے علاوہ آدھ گھنٹہ اس کے لئے زائد دینا پڑا۔ مولوی صاحب کے بعد چند منٹ شیخ محمد امین صاحب بیرسٹر نے بھی صداقت خلافت احمدیہ پر تقریر کی۔ اور پھر میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے واقعہ صلیب مسیح ناصری پر تقریر کی۔ اور اجلاس ظہر وعصر کی نمازوں کے لئے برخاست ہوا۔ دوسرا اجلاس تین بجے شروع ہوا جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ سٹیج پر تشریف لائے۔ تلاوت اور نظم کے بعد حضور نے ½۳ بجے قرآن کریم کے فضائل پر تقریر شروع فرمائی۔ جو آٹھ بجے تک ½۴ گھنٹے جاری رہی۔ اتنی دیر اور اتنے بڑے مجمع میں مسلسل تقریر کرنے سے حضور کو آخر میں بے حد ضعف ہو گیا۔ اور اس وجہ سے تقریر ختم کرنا پڑی۔ اس کے بعد حضور نے تمام مجمع سمیت لمبی دُعا فرمائی۔ اور احباب کو فرصت کے مطابق جلسہ کے بعد ٹھہرنے کا ارشاد فرماتے ہوئے جلسہ ختم کیا ؛ یہ نہایت مختصر روئداد حسب گنجائش اخبار شائع کی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل میں جلسہ سالانہ کی تقریریں انشاء اللہ اگلے پرچوں میں شائع کی جائینگی۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک فلم کمپنی نے جلسہ کے مختلف مناظر کی فلم لینے کی کوشش کی ہے ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۷ قادیان دارالامان مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۱ء جلد ۱۸

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر

جلسہ سالانہ ۱۹۳۰ء کے موقعہ پر

اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان

ہے۔ کہ اس نے اسلام جیسا مذہب ہمیں عطا فرمایا۔ اور قرآن جیسی کتاب ہمیں بخشی۔ یہ وہ نعمت اور وہ خزانہ ہے۔ جس کی نسبت وہی اصدق الصادقین خود فرماتا ہے۔ اگر سب جن و انس بھی جمع ہو جائیں۔ تب بھی اس قسم کا خزانہ تیار نہیں کر سکتے۔

معمولی انسانوں کی بنی ہوئی چیزیں

دنیا میں بہت قیمت پاتی ہیں۔ ایک مصور چند رنگ جمع کر دیتا ہے۔ جو قدرتی نظاروں کی خوبصورتی ظاہر کرتے ہیں۔ وہ خالق نہیں بلکہ وہ نقال ہوتا ہے۔ مگر اس کی نقلیں بھی اچھی بنی ہوئی ہیں چالیس لاکھ کو بک جاتی ہیں

ایک انسان جو تصویر بناتا ہے

اس میں کچھ گھاس کے تنکے ہوتے ہیں۔ کچھ درخت ہوتے ہیں کہیں کسی ندی کے بہنے کا نظارہ دکھایا جاتا ہے۔ کہیں پہاڑ کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی دکھائی جاتی ہیں۔ گویا

خدا تعالیٰ کی پیدائش

کے وہ حصے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ ان کا بھی اس تصویر میں کروڑواں حصہ بھی نہیں ہوتا۔ پھر نہ ان پہاڑوں کی برف ہمیں پانی پہنچاتی ہے۔ نہ ان پہاڑوں کی چوٹیاں ہمارے لئے گرمی سے بچنے کے لئے سرد مقامات پیش کرتی ہیں۔ نہ وہ سبزہ اس قابل ہوتا ہے کہ اس سے پھول پھل پیدا ہو سکیں۔ یا کسی قسم کا غلہ اس سے حاصل کیا جا سکے۔ وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ایک

نہایت قلیل حصہ کی نقل

اور تصویر یا نظارہ ہوتا ہے۔ مگر وہ جتنا اصل نظارہ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ اتنی ہی اس کی قیمت بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے بتایا ہے۔ بعض تصاویر ۳۰-۴۰ لاکھ روپیہ کو بک جاتی ہیں۔

لیکن انسانی صنعت جو محض نقل ہوتی ہے۔ اور ایک نہایت ہی قلیل حصہ کی نقل ہوتی ہے۔ وہ اگر اتنی قیمت پاتی ہے۔ تو وہ چیز جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تمام جن اور انس ملکر بھی کوشش کریں۔ تو اس کے مقابلہ کی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے مقابلہ کی پیدا کرنا تو الگ رہا۔ اس کے کسی حصہ کی نقل بھی نہیں کر سکتے۔ وہ کس قدر قیمتی ہو سکتی ہے۔ نقل کے معنی تصویر کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ روحانی سلسلہ جسمانی سلسلہ سے اعلیٰ ہے۔ تم جسمانی چیزوں کی تصویر کھینچ سکتے ہو۔ مگر یہ ہم

روحانی چیز

پیش کرتے ہیں۔ تمام کے تمام مل جاؤ۔ اور اس کی تصویر بناؤ۔ اصل کے مطابق بنانا تو تمہارے لئے جسمانی سلسلہ میں بھی ممکن نہیں ہے تم نقل ہی کر سکتے ہو۔ مگر تم اس کی نقل بھی نہیں کر سکتے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ اس نے ہمیں اسلام جیسا مذہب اور قرآن جیسی کتاب عطا کی۔ اس پر

مزید فضل

یہ ہوا۔ کہ ہمارے گناہوں۔ ہمارے شامت اعمال۔ ہماری غفلتوں اور ہماری خطاؤں کی وجہ سے جب وہ پاک کلام دنیا سے اٹھ گیا۔ تو اس نے پھر عطا کیا۔ وہ کلام [illegible] حصہ کی تصویر اور نقل پیش نہیں کر سکتے۔ اس میں مسلمان کہلانے والوں اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والوں کو

ہزاروں عیب

دکھائی دینے لگے۔ اور وہ لوگ اچھے اور قابل مسلمان سمجھے جانے لگے۔ جو قرآن کے متعلق اچھی معذرت پیش کر سکیں۔

سر سید احمد صاحب

علی گڑھ کالج کے بانی جن کی تعلیمی کوششوں کی ہم قدر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک حد تک خدمت کی۔ ان کی مذہبی لحاظ سے پوزیشن یہی تھی۔ کہ وہ قرآن کی طرف سے معذرت پیش کرنے میں قابل سمجھے جاتے۔ اور ان کی معذرت یہی ہوتی۔ کہ وہ کہتے۔ قرآن میں پرانے زمانہ کی باتیں ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے کہی گئی ہیں۔ جو جاہل تھے۔ اہل یورپ کو ان کا کوئی خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی طرح

سید امیر علی صاحب

مسلمانوں کے دوسرے مشہور لیڈر تھے۔ ان کے متعلق بھی یہی بات کہی جاتی۔ کہ وہ اسلام کی طرف سے بہت اچھی معذرت پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں جہاں ملائکہ کا لفظ آیا۔ اس کے متعلق انہوں نے کہہ دیا۔ یورپ کے لوگوں کو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے پہلے زمانہ کے لوگ اس قسم کی مخلوق مانا ہی کرتے تھے۔ انہی کے خیالات کو مدنظر رکھ کر قرآن میں یہ ذکر آگیا ہے۔ اسی طرح پردہ وغیرہ کے متعلق کہتے۔ کہ یہ اس زمانہ کے لئے تھا۔ جب کہ تہذیب نے اتنی ترقی نہ کی تھی۔

غرض اسلام کے بہترین خادم بلکہ محسن وہ لوگ سمجھے جاتے تھے۔ جو قرآن کریم کی خیالی غلطیوں اور وہمی تقصیروں کا ازالہ اپنی باتوں سے کرتے تھے۔ اس ماحول اور ایسی حالت میں

خدا تعالیٰ نے ایک نبی بھیجا

جس نے قرآن کریم کو اس کی اصل شکل میں پیش کیا۔ اور بتا دیا۔ کہ جہاں چاہو۔ اسے لے جاؤ۔ کوئی نہیں۔ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ اور اس کے ایک لفظ کو بھی غلط ثابت کرنے کی جرات رکھے۔ یہ تو ایک بم ہے۔ کہ باطل کی جتنی بھی بڑی سے بڑی عمارت پر اسے گرایا جائے اسے پاش پاش کر دے گا۔ اس کی طرف سے کسی قسم کی معذرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ معذرت تو بیمار اور ناکارہ کی طرف سے کی جاتی ہے مگر وہ کلام جو

دنیا کے لئے ہدایت

لے کر آیا۔ اس کی طرف سے معذرت پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو خدا تعالیٰ کے نور اور اس کی برکتوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے سامنے دنیا کو ضرورت ہے۔ کہ معذرت پیش کرے۔ جو ظلمت اور گمراہی میں پڑی ہوئی ہے۔ وہ اس کے سامنے دوسری مذہبی کتابوں کو ہاتھ [illegible] اب ہماری زیادہ پردہ دری نہ کی جائے۔ پس اس کلام کا تو یہ مرتبہ ہے۔ کہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کے انسان آتے۔ اور کہتے۔ ہم جہالت میں مبتلا ہیں۔ تم خدا تعالیٰ کا کلام ہو۔ ہماری دستگیری کرو۔ اور ہمیں ظلمت کے گڑھے سے نکالو۔ قرآن کو کسی قسم کی معذرت پیش کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ اس کا تو

ایک ایک لفظ

عقل، نقل، تاریخ، جغرافیہ، سائنس غرض دنیا کے ہر علم سے درست ثابت ہوتا ہے

غرض خدا تعالیٰ کا ہم پر یہ فضل ہوا۔ کہ اس نے ہمارے زمانہ میں ایک ایسا انسان بھیجا۔ جو

دوبارہ دنیا میں قرآن لایا

پھر اس کا ایک فضل یہ ہوا۔ کہ ہم لوگ جو علم کے لحاظ سے۔ عقل کے لحاظ سے۔ تجربہ کے لحاظ سے۔ ظاہری سامانوں کے لحاظ سے دنیا میں نہایت ہی کمزور ہیں۔ بلکہ بغیر مبالغہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر اس چیز کو ہم سے جُدا کر دیا جائے۔ جو خدا تعالیٰ کے مامور نے ہمیں عطا کی ہے۔ تو ہم

دُنیا میں بدترین خلائق

کہلانے کے مستحق ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ ہم بدترین خلائق ہیں اور انہی لوگوں میں سے ہیں۔ جنہیں آج کل کی متمدن کہلانے والی قومیں جاہل۔ وحشی اور بدتہذیب کہتی ہیں۔ ہم میں سے ہی خدا تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کو چنا۔ جنہوں نے مہذب کہلانے والی اقوام کو ہدایت۔ علم و عرفان دیا۔ اور مہذب قومیں ہماری باتوں کے آگے

سر تسلیم خم

کر رہی ہیں۔ وہ قومیں جو ہمیں غیر مہذب کہتی تھیں۔ اور اب بھی دوسروں کو غیر مہذب اور وحشی ہی کہتی ہیں۔ وہ خواہش کرتی ہیں۔ کہ ہم سے تہذیب اور روحانیت سیکھیں۔ اور ہم اُن کے لئے عُلما بھیجیں؛

یہ

اللہ تعالیٰ کا محض فضل اور رحمت

ہے۔ ہماری کوئی قربانی کوئی ایثار کوئی اخلاص اس کا بدلا نہیں ہوسکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کے ماتحت ہے۔ شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔ نہ ابتدا میں ہمارا کوئی عمل اس فضل کے نازل ہونے کا باعث ہوا۔ اور نہ کوئی انتہائی عمل اس کا بدلا ہوسکتا ہے، ان حالات میں

آؤ ہم خدا تعالیٰ کے آگے جھکیں

اور جہاں سے بے مانگے اتنا کچھ ملا ہے۔ وہاں سے مانگ کر دیکھیں کہ کتنا ملتا ہے۔ آؤ ہم

سب مل کر دُعا کریں

کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں اس کام کے لئے چنا ہے۔ اسی طرح اس کے کرنے کی ہمت اور طاقت بھی عطا کرے۔ اور توفیق بخشے۔ ہمارے کاموں میں برکت دے۔ کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ آسمان پر نہ چاہے۔ زمین میں اس کے فرشتے لوگوں کے قلوب نہیں کھولتے۔ ہم

لوگوں کے کانوں تک

خدا اور اس کے رسُول کا کلام پہونچا سکتے ہیں۔ مگر دلوں تک نہیں پہونچا سکتے۔ حالانکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ لوگوں کے قلوب تک پہونچائیں یہ خدا تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ اور اس کی مدد اور تائید سے ہی ایسا ہوسکتا ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ جلسہ شروع ہو۔ میں

احباب سے درخواست

کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ وہ ہمارے اعمال اور اقوال میں برکت دے۔ ہمیں اپنے فضل کے سایہ کے نیچے رکھے۔ فرشتے آسمان سے ہماری تائید اور نصرت کے لئے نازل کرے۔ ہم کمزور ہیں ہمیں طاقت عطا کرے۔ ہم ضعیف ہیں۔ ہمیں توانائی بخشے۔ ہم جاہل ہیں۔ ہمیں علم دے۔ ہم بے عمل ہیں۔ ہمیں اعمال حسنہ کی توفیق دے ہم دُنیا کے مقابلہ میں نہتے ہیں۔ وہ ہمیں کامیابی کے سامان عطا کرے تاکہ ہم اس

عظیم الشّان جنگ

میں کامیاب ہوں۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے۔ دُنیا اس وقت ناپاکی اور غفلت میں مبتلا ہے۔ جہالت اور ظلمت کے گڑھے میں گری ہوئی ہے۔ شیطان اپنی ساری فوجوں کے ساتھ مقابلہ میں کھڑا ہے۔ ہم باوجود نہایت کمزوری اور ناتوانی کے اس کے مقابلہ کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنا خاص فضل نازل کرے۔ تب ہی ہم کامیاب ہوسکتے ہیں۔ ہمیں اپنے فضل سے خدا تعالیٰ ایسی کامیابی عطا کرے۔ کہ دنیا ہماری کمزوری اور ناتوانی کو دیکھتی ہوئی پکار اٹھے۔ کہ یہ

کسی انسان کا کام نہیں

بلکہ خدا تعالیٰ کا ہی ہے۔ اور اسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا کی اصطلاح اور بہتری کے لئے بھیجا؛

دُعا سے پہلے میں

ایک اور بات

بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اجتماع کا موقعہ ہے۔ اور اس پر اس بات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق

خدا تعالیٰ کا الہام

ہے۔ لانبقی لک من المخزیات ذکراً۔ کہ ہم تیرے لئے رسوائی والی کوئی بات باقی نہ چھوڑیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مخالفین کی طرف سے

ایک بہت بڑا اعتراض

یہ کیا جاتا تھا۔ کہ آپ کا ایک بیٹا آپ کے سلسلہ میں شامل نہیں مخالفین کہتے۔ اگر مرزا صاحب سچے ہوتے۔ تو ان کا اپنا بیٹا انکو کیوں نہ انہیں مانتا۔ اگرچہ یہ کوئی ایسا اعتراض نہیں جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر حرف آسکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بھی ان کو نہ مانا تھا۔ اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی صداقت باطل نہیں قرار دی جاسکتی۔ پس مخالفین کا یہ اعتراض محض جہالت اور نادانی کی وجہ سے تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بھی دور کر دیا۔ اور ایسے لوگوں کا مونہہ بند کر دیا چنانچہ کل

مرزا سلطان احمد صاحب

میری بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اور اس طرح بھی دُشمن کا مونہہ بند ہو گیا۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی بیٹا آپ کی جماعت میں داخل نہیں اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

ساری کی ساری اولاد

احمدیت میں داخل ہو گئی ہے؛

(اس پر تمام مجمع نے نہایت بلند آواز سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور

مبارکباد

پیش کی۔ اور حضور نے "خیر مبارک" کہا)

ایک بات کا ذکر کرنا میں اپنی تقریر میں بھول گیا تھا۔ اور وہ یہ کہ پچھلے ہفتہ دو دفعہ میں نے

دو رویا

دیکھے ہیں۔ جن میں ایسے نظارے دکھائے گئے۔ جو مخفی ابتلا کا پتہ دیتے ہیں۔ ایک رویا تو میں نے آج سے پانچ دن قبل دیکھا۔ اور ایک پرسوں۔ میں ان کی تشریح نہیں کرتا۔ یہ منع ہے۔ کیونکہ منذر رویا کا بیان کرنا بعض اوقات اس کے پورا کرنے کا موجب ہو جاتا ہے، لیکن اتنا بتا دیتا ہوں۔ تاکہ دوستوں کی توجہ دُعا کی طرف ہو۔ کہ ایک حملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گیا۔ اور ایک مجھ پر۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے

مبرم تقدیر

بھی ٹل جایا کرتی ہے۔ احباب دُعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے ہر قسم کی مشکلات دُور فرمائے۔ اور ہر قسم کے ابتلاؤں سے جماعت کو محفوظ رکھے۔ تاکہ ہم عمدگی اور آسانی سے اس کے سلسلہ کی خدمت کر سکیں۔

اہم اور ضروری ریزولیوشنز

جلسہ کی کارروائی شروع ہونے سے قبل میں چاہتا ہوں۔ کہ

بعض ضروری ریزولیوشنز

میری موجودگی میں ہی احباب کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اس کام کے لئے میں نے مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو مقرر کیا ہے وہ یہ کارروائی شروع کریں گے۔ اس موقعہ پر یہ ریزولیوشنز اس لئے پیش کئے گئے ہیں۔ تاکہ ان امور کے متعلق جماعت کی متفقہ آواز بلند ہو جائے؛

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے نے

پہلا ریزولیوشن

پیش کرتے ہوئے فرمایا:-

3

حالاتِ حاضرہ کے متعلق پیشگوئیاں

(۱)

وتل علیھم نبأ ابنی آدم بالحق۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ جو خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے اس کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں۔ قابیل اور ہابیل نام حضرت آدم کے دو بیٹے تھے۔ سرزمین ہند میں ایک نکاح کے متعلق آپس میں جھگڑا پڑ گیا۔ حضرت آدمؑ نے اس مقدمہ کے فیصلہ کے لئے ان دونوں کو قربانی کا حکم دیا۔ قابیل کی قربانی اس کی نافرمانی کی وجہ سے مقبول نہ ہوئی اس لئے اس نے ہابیل کو کہا۔ لاقتلنک۔ میں تجھے قتل کر دوں گا ہابیل نے جواب میں کہا۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ اللہ تعالےٰ متقیوں سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو میرے مار ڈالنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف دراز کرے گا۔ ما انا بباسط یدی الیک لاقتلنک میں تیرے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف دراز نہ کرونگا۔ لیکن یہ جواب سنکر بھی قابیل کو اس پر رحم نہ آیا۔ اور ناحق اپنے بھائی کو مار ڈالا فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سوأۃ اخیہ۔ پس اللہ نے ایک کوا بھیجا۔ جو زمین میں کریدتا تھا۔ تاکہ اس کو دکھائے۔ کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو ڈھانکے:۔

جاننا چاہیئے۔ کہ قرآن شریف اساطیر الاولین نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کتاب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم (مشکوٰۃ) کتاب اللہ میں خبر ہے تمہارے پہلوں کی۔ اور تمہارے پچھلوں کی۔ ایک اور روایت میں ہے:۔ اثیروا القرآن فان فیہ علم الاولین والآخرین (مجمع البحار) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں۔ بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے۔" (براہین احمدیہ) ایسا ہی آپ چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں:" قرآن شریف میں جس قدر قصے بیان کئے گئے ہیں... ان تمام قصوں کو پیشگوئی کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے"۔

قابیل اور ہابیل کے واقعہ کو جو کسی وقت سرزمین ہند میں وقوع پذیر ہوا اگر غور کے ساتھ پڑھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قصہ میں ہندوستان کے موجودہ حالات اور واقعات کی پیشگوئی پائی جاتی ہے۔ یعنی اس قصہ میں بتایا گیا۔ کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں مسلمان تقوےٰ وطہارت کو بالکل چھوڑ دیں گے۔ نہ ان کی عبادات میں برکت رہے گی۔ نہ دعاؤں میں اثر۔ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اس وقت حقیقی اسلام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے دوبارہ آدم کو خدا تعالےٰ سرزمین ہند میں مبعوث فرمائے گا:۔ ؎

پھر دوبارہ ہے اُتارا۔ تو نے آدم کو یہاں
تا وہ نخل راستی اس ملک میں لاوے ثمار

مسلمان بجائے اس کے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے خدا کا قرب حاصل کریں۔ اُلٹے اس کے خلاف کفر کے فتوے لکھ کر اسے اور اس کی جماعت کو قتل کرنا چاہیں گے۔ خدا کا وہ مرسل ان کے کفر و فساد اور بغض وعناد کو دیکھ کر اپنے متبعین کو ہدایت دیگا کہ ایسے مسلمانوں کو اپنے رشتے ناطے ہرگز نہ دیں۔ جس سے وہ مسلمان قابیل کی طرح غیظ وغضب میں آکر اس غریب جماعت کے ساتھ جو ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک کے مطابق فتنہ وفساد سے دور رہنے والی ہوگی۔ نہایت بُرا سلوک کریں گے۔ قابیل تو بھائی کی لاش ڈھانکنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اپنے بھائی کی ڈھانکی ہوئی نعش کو زمین سے نکال کر باہر پھینک دیں گے۔ تب ایسے مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے غراب ظاہر ہوگا۔ لکھا ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ تو اس وقت گرد وغبار اور زلزلوں سے زمین پر سخت تغیر اور انقلاب رونما ہوا۔ سات دن تک زمین زلازل سے کانپتی رہی۔ چنانچہ ایک تفسیر میں اس مضمون کے چند اشعار درج ہیں۔ جن کا پہلا شعر یہ ہے ؎

تغیرت البلاد ومن علیہا ٭ فوجہ الارض مغبر قبیح

سو ہمارے اس زمانہ میں ان لوگوں کو سبق دینے کے لئے جو ایک غریب احمدی کی نعش کو زمین میں دفن ہونے نہیں دیتے۔ غراب کا دو رنگ میں ظہور ہو چکا ہے۔ اول جس طرح ہابیل کی شہادت کے وقت زمین پر زلزلہ سے تغیر واقعہ ہوا۔ اسی طرح ان مظالم کو دیکھ کر جو احمدیوں پر ہو رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے غراب کو زلزلہ یعنی جنگ عظیم کی شکل میں ظاہر کیا۔ جس نے بموجب حکم فیبحث فی الارض کے زمین میں بڑی بڑی خندقیں اور کھائیاں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ملتی کھود کر اپنی زبان حال سے ان قابیل صفت مسلمانوں کو پکارا کہ دیکھو۔ آج میں تمہارے اس ظلم کے عوض ان مورچوں اور گڑھوں میں لاشوں کو کس طرح ڈھانپتا ہوں۔ کیا تم اس نظارہ کو کہ ایک ہندو سکھ ایک مسلمان کی اور ایک مسلمان ہندو سکھ کی لاش کو کیونکر زمین میں ڈھانک رہا ہے۔ دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتے۔

کامل التعبیر میں لکھا ہے:۔ "زاغ اے بسیار در خواب دیدن لشکر بود"۔

دوم۔ آج کل غراب ایک اور رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ ہندو لوگ جن کی نسبت پنجابی میں مثل مشہور ہے:۔

"کاں کراڑے کتے دا ٭ وساہ نہ کریئے ستے دا"

مسلمانوں کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور الارض یعنی ملک ہند کے بارے میں انہوں نے بحث مباحثے شروع کر دئے ہیں۔ ان کی اس بحث فی الارض کو دیکھ کر کہ کس طرح یہ لوگ آپس میں مل کر ایک دوسرے کی خیر خواہی میں کوشاں ہیں۔ اب مسلمانوں کو بھی ہوش آنے لگی ہے۔ بلکہ بعض تو بموجب حکم قال یا ویلتیٰ اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم تو ان کراڑوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ غراب کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کوؤں کے شور وغوغا کے وقت ان کا فتنہ و فساد اپنی حد کو پہونچ جائے گا۔ اور ان زاغ دلوں کا ہر ہتھیار مسلمانوں کے مقابلہ میں نہایت تیز ہو جائے گا۔

حجج الکرامہ میں لکھا ہے۔ کہ کعبہ یعنی مسلمانوں کو ویران کرنے کے لئے "ایں اسود ال.... مثل گمسان شہد بایند" چنانچہ اس وقت ان کالے کوؤں نے ہر طرف سے مسلمانوں کو ایک چھوٹے بچے کی طرح گھیر لیا ہے۔ کیونکہ روٹی کا تھوڑا سا باسی ٹکڑا جو ان کے ہاتھ میں رہ گیا ہے۔ وہ بھی چھین لیں۔ مسلمانوں سے جن لوگوں کو ان کے عہد وپیمان پر بھروسہ ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقتل الغراب وسماہ فاسقا۔ پس فاسق کے عہد وپیمان پر کیا اعتبار۔ "انگنائی سے اڑایا تو منڈیر پر جا بیٹھا"۔

ہاں غراب کے لفظ میں ہمارے لئے ایک بشارت بھی ہے اور وہ یہ کہ کسی وقت اسلام کی نہر الحیوٰۃ میں داخل ہونے سے اس کی سیاہی دور ہو جائے گی۔ ایک شخص کا نام غراب تھا۔ غیرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعل اسمہ مسلما۔ جس طرح غراب۔ مسلم بن گیا اسی طرح بعض پیشگوئیاں بتاتی ہیں۔ کہ انشاء اللہ آخر ان لوگوں کی اولادیں اسلام کو قبول کریں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندے جن کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ ثم ادعھن یاتینک سعیا۔ ان میں ایک کوا بھی ہے۔ جیسا کہ موضح القرآن میں لکھا ہے

"چار جانور لائے۔ ایک مور۔ ایک مرغ۔ ایک کوا۔ اور ایک کبوتر"۔

سو حضرت "ابراہیم" کے حروف کی تعداد کے مطابق دنیا کے ساتویں ہزار میں خدا تعالےٰ نے جس ابراہیم کو امت محمدیہ میں مبعوث فرمایا۔ اس کی دعوت پر کیا مور (ایشیا) کیا مرغ (عرب) کیا کوا (افریقہ) کیا کبوتر (یورپ) انشاء اللہ تعالےٰ سب دوڑتے آئیں گے۔ اور پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا"۔

(البشرےٰ)

(۲)

"اے بحری ممالک میرے آگے چپ ہو رہو۔ اور قومیں جو ہیں۔ وُہ سر نو زور پیدا کریں۔ وُہ نزدیک آئیں۔ تب عرض کریں۔ آؤ ہم ایک ساتھ محکمے میں داخل ہوں۔ کس نے اس راستباز کو پورب کی طرف برپا کیا ..... اور امتوں کو اس کے آگے دھر دیا۔ اور اسے بادشاہوں پر مسلط کیا۔ ...... میں خداوند پہلا ہوں۔ پچھلوں کے ساتھ میں وہی ہوں" (یسعیاہ باب ۴۱)

ان آیات مرقومۃ الصدر سے حسب ذیل پیشگوئیاں ظاہر ہوتی ہیں:-

الف:- مشرق کی طرف سے خدا تعالےٰ ایک صادق کو مبعوث فرمائے گا۔ اسی باب کی آیت ۲۵ میں ہے:-

"میں نے شمال سے ایک کو برپا کیا ہے اور وُہ آتا ہے۔ وُہ آفتاب کے مطلع سے ہو کے میرا نام لے گا۔ اور وُہ شاہزادوں کو گارے کی طرح لتاڑے گا"

اس میں اس راستباز کا ایک نشان بتایا گیا۔ کہ جس مشرق کے ملک سے وُہ ظاہر ہوگا۔ اس کے شمال کی طرف سے اس کے آباؤ اجداد اس میں آکر آباد ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان بموجب پیشگوئی یخرج رجل من وراء النھر۔ کے سمرقند۔ بخارا کی طرف سے آکر آباد ہوا:۔

ب:۔ اس راستباز کے زمانہ میں کئی بادشاہ اور شاہزادے اس کی پیشگوئی کے مطابق گارے کی طرح لتاڑے جائیں گے۔ یہ نشان ہم اپنے اس زمانہ میں مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ع

زار بھی ہوگا۔ تو ہوگا۔ اس گھڑی باحالِ زار

آج کون ہے۔ جو زار روس کے واقعہ سے بے خبر ہو سلطنت افغانستان کے ایک بادشاہ کے متعلق حضورؑ نے فرمایا:۔

"ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا۔ کہ ایک ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کرکے اپنے تئیں تباہ کر لیا!"

سو اس کے شاہزادوں کا جو حال ہوا۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جیسا کہ جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیر صلی اللہ علیھم النغف فی رقابھم (مسلم) کہ مسیح موعود کے وقت نغف یعنی ادنے اور حقیر آدمی یعنی بڑے آدمیوں کی گردنوں کو جھکا دیں گے۔ اس زمانہ میں لوگ دیکھ چکے ہیں۔ کہ ایک سقہ کے مقابلہ میں کس طرح شہزادے گارے کی طرح لتاڑے گئے۔ گوندھنے کے وقت مٹی کی جو حالت ہوتی ہے۔ وُہ ایک کمہار سے مخفی نہیں۔ مگر تعصب بری بلا ہے۔ ان پیشگوئیوں کو پورے ہوتے دیکھ کر بھی بعض بے باک انسان اعتراضات کرنے سے باز نہیں آتے:۔

ج:۔ "پچھلوں کے ساتھ میں وہی ہوں" اس میں اشارہ ہے۔ کہ پورب سے ظاہر ہونے والا راستباز "داٰخرین منھم لما یلحقوا بھم" کا مصداق ہوگا:۔

د:۔ "قومیں جو ہیں۔ سو وہ سر نو زور پیدا کریں"۔ آج کل مغربی قوموں کے خلاف مشرقی قوموں میں جس قدر جوش پھیلا ہوا ہے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ "وُہ نزدیک آئیں۔ تب عرض کریں"۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے۔ کہ جن مصائب اور آفات نے قوموں کو اپنے آگے دھر رکھا ہے۔ ان کا علاج یہ ہے۔ کہ اس مشرقی راستباز جس کے حق میں وارد ہے۔ یملا الارض قسطاً وعدلاً۔ اس کے سلسلہ میں داخل ہو کر عرض کریں۔ اور خلیفۂ وقت کی بتائی ہوئی۔ باتوں کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ تاکہ ان بلاؤں سے نجات حاصل ہو۔ دوسرا اس میں گول میز کانفرنس کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے یعنی اسوقت قوموں کو کہا جائے گا۔ آؤ ہم ایک ساتھ محکمہ میں داخل ہوں۔ یعنی ایک ایسی جگہ میں اکٹھے ہو کر بات چیت کریں جو قوموں میں عدل وانصاف کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ (محکمہ انصاف کرنے کی جگہ)

کا۔ "ان میں ہر ایک نے اپنے پڑوسی کی کمک کی اور اپنے بھائی سے کہا۔ کہ ہمت باندھ۔ بڑھئی نے سنار کو اور اس نے جو ہتوڑی سے صاف کرتا ہے۔ اس کو جو نہائی پر مارتا ہے۔ دلاسا کیا۔ اور کہا جوڑنا تو اچھا ہے۔ سو انہوں نے اس کو کیل سے ثابت کیا ہے۔ تاکہ وُہ نہ ہلے۔ پر تو اے اسرائیل میرے بندے...... جو میرے دوست ابراہیم کی نسل سے ہے...... تو مت ڈر کہ میں تیرے ساتھ ہوں ..... میں تجھے زور بخشوں گا۔ میں تیری کمک کروں گا۔ .... دیکھ وُہ سب جو تجھ پر غصے سے بھڑکتے تھے پشیمان اور رسوا ہو ویں گے"

ان آیات کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب بحری ممالک کے خلاف قوموں میں سخت جوش اور از سرِ نو زور پیدا ہوگا۔ اور جب ان کو ایک جگہ یعنی گول میز کانفرنس میں داخل ہونے کے لئے کہا جائیگا اُس وقت ہتوڑی اور نہائی والوں یعنی لوہاروں کی طرف سے ایک فتنہ اور فساد اس زمانہ کے ابراہیم کی اولاد کے خلاف کھڑا کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی بھی اس وقت پوری ہو رہی ہے۔ بٹالہ کے لوہاروں نے اپنے پڑوسی قادیان کے شریر لوہاروں کی جو کمک کی۔ اور اُن کو دلاسا دیکر باہمی عہد وپیمان کی کیلوں سے اپنے جوڑوں کو جس طرح مضبوط کیا۔ اسکو اس ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ "پر تو اے اسرائیل میرے بندے جو میرے دوست ابراہیم کی نسل سے ہے مت ڈر" کے مطابق کیا لوہار اور کیا کمہار۔ آخر کار سب پشیمان اور رسوا ہونگے۔ کیونکہ اس ابراہیم کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے "خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالیگا۔ اسی بنیاد کی مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی..... اور ابراہیم کی طرح کثرت نسل کریگا۔ اور بہتیرے اس نسل سے برکت پائینگے" پس غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنکی نسبت متی باب ۲۴ میں ہے "کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندکر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا" آج ہزاروں برس کی پیشگوئیاں کیسی روشن کیطرح پوری ہو کر اس راستباز کی صداقت کو [illegible] کر رہی ہیں [illegible]

غیر مبائعین کی احمدیت

غیر مبائعین احمدیت سے ظاہری تعلق بھی منقطع کرنے کے لئے جو طریق عمل اختیار کر رہے ہیں۔ اس کا کسی قدر پتہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی کتاب "النبوۃ فی الاسلام" میں غیر احمدیوں کو فاسق قرار دیا تھا۔ لیکن اب "النبوۃ فی الاسلام" مطبوعہ بار دوم سے وہ صفحہ ہی حذف کر دیا گیا ہے۔ جس میں غیر احمدیوں کے فاسق ہونے کا ذکر تھا۔ اب اس سے آگے انہوں نے عملی طور پر یہ قدم بڑھایا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کو جن کی ساری زندگی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شدید مخالفت میں گذری ہے۔ اور اس وقت بھی وُہ احمدیت کے سخت دشمن ہیں۔ اُن سے اپنے جلسوں میں تقریریں کراتے ہیں۔ اور تقریریں بھی ایسی۔ جو کسی متنازعہ مسئلہ پر نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صریحاً خلاف ہوتی ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں چندر کے منگولہ میں ایسا ہی ہوا۔ حافظ حبیب اللہ ساکن گزر بردار جس کا نام اخبار "پیغام صلح" مجریہ ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۳۰ء کے پہلے صفحہ پر اس وجہ سے درج ہوا۔ کہ اس نے اہل پیغام کے مناظر کو غالب قرار دیا۔ حالانکہ یہ وُہ شخص ہے۔ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت کرتے کرتے اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ اور احمدیت میں داخل ہونے کے بعد مرتد ہو چکا ہے۔ ایسے بدترین دشمن احمدیت کو پیغامیوں نے اپنے جلسہ میں لیکچر کے لئے کھڑا کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ناپاک اعتراضات کرائے۔ پھر جب ان اعتراضات کے جوابات دینے کے لئے ہماری طرف سے اعلان ہوا۔ تو نہ صرف خود ہی اس جلسہ سے اٹھ کر چلے گئے۔ بلکہ غیر احمدیوں کو بھی ساتھ ہی لے گئے:۔

اے اہل پیغام سوچو تو سہی۔ کہ عداوت محمود تمہیں کہاں سے کہاں لے جا رہی ہے۔ اگر آپ لوگ حق پر ہوتے۔ تو اس قدر بے غیرتی نہ دکھاتے۔ کیونکہ کسی فرقہ کے صدق وثبات کی سب سے بڑی نشانی یہی ہوتی ہے۔ کہ اس سے ایمانی غیرت سلب نہ ہو۔ لیکن آپ لوگوں کا رویہ بتلاتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکفروں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا ان کی خوشنودی کے لئے ان سے بدزبانیاں کرانا اپنا بہت بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اس سے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ لوگوں کی بے غیرتی ظاہر ہے۔ وہاں یہ بھی ثابت ہے۔ کہ احمدیت سے اپنا جو ظاہری تعلق بتایا کرتے ہیں۔ وُہ بھی ٹوٹ چکا ہے:۔

خاکسار غلام احمد مجاہد۔ قادیان

اچھوت جاتیاں مردم شماری میں اپنی اپنی ذات لکھائیں

چونکہ موجودہ زمانہ میں کسی قوم یا فرقہ کے ملکی۔ تمدنی۔ اور مجلسی حقوق کا انحصار زیادہ تر اس قوم یا فرقہ کے لوگوں کی تعداد پر ہے۔ اس لئے تمام اچھوت جاتیوں کو اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ آئندہ مردم شماری کے موقعہ پر شمار کنندگان کی فارموں میں اپنے اپنے کنبہ کی تعداد اور ذات کسی پڑھے لکھے شخص کے سامنے صحیح طور پر درج کرائیں۔ تاکہ مہذب دُنیا پر یہ امر بخوبی روشن ہو جائے۔ کہ اس ملک میں کثیر التعداد اچھوت جاتیاں بدستور بے کسی کی حالت میں گری پڑی ہیں۔ اور یہ کہ وہ ہندوستان کی کل آبادی کا تقریباً چوتھا حصہ ہیں۔ پھر اس حقیقت کے زیادہ واضح ہو جانے پر اچھوتوں کی حالت بہتر بننے بنانے کی مناسب تدابیر جلد عمل میں آسکیں گی:

خاص توجہ

کاغذات مردم شماری میں اندراج کراتے وقت خاص توجہ اس بات پر دی جائے۔ کہ مردم شماری کی فارموں پر خانہ ۴ میں آپ اپنے تئیں ہندوستان کے قدیم اصلی باشندے یعنی آدی ہندو۔ یا آد دھرمی لکھوائیں۔ اور خانہ نمبر ۸ میں اپنی اپنی خاص ذات۔ مثلاً چمار۔ جیسوار۔ جٹیا۔ کوری۔ کھٹیک۔ پاسی۔ بانگڑو گڈریا۔ کول۔ کمہار۔ ملاح۔ بھیل۔ آہیر۔ بالمیکی۔ پنچم وغیرہ ان جاتیوں میں سے جو ذات آپ کی ہو۔ وہ ضرور لکھوائیں۔ ورنہ ہماری غریب اَن پڑھ جاتیوں کو بہت بھاری نقصان پہنچیگا:

ایک نہایت ضروری آگاہی

آج کل اکثر ہندو اخبارات ظاہر میں تو اچھوتوں کی ہمدردی میں (مگر دراصل اپنی مطلب برآری کے لئے) کئی ایک مضامین مردم شماری کے متعلق ایسی رنگت دے کر شایع کر رہے ہیں۔ جس سے اچھوت لوگ جلد مغالطہ میں پڑ جائیں۔ اس لئے کسی اُونچی ذات کے ہندو اخبار یا لیڈر کی اوپر سے ایسی میٹھی میٹھی باتوں میں آکر کوئی اچھوت غلطی نہ کھائے۔ کیونکہ اونچی ذاتوں کی باتیں عموماً ہماری غریب جاتیوں کے نقطہ خیال کے بالکل برعکس ہوتی ہیں۔ دیکھئے اناج کے بڑے بڑے ذخیرے جمع کرنے والے مہاجن ساہوکار اکثر یہی دُعا مانگتے ہیں۔ کہ بارشیں وقت پر نہ ہوں۔ تاکہ اناج مہنگا ہونے سے ان کو بھاری منافع ہو۔ مگر برعکس اس کے غریب لوگ ہمیشہ یہی دُعا کرتے ہیں۔ کہ بارشیں مناسب وقت پر ہوں۔ تاکہ فصلیں اچھی ہونے سے اناج میں گرانی نہ ہو۔ اسی طرح دیگر امور میں بھی امیر سرمایہ داروں کے خیال ہم غریبوں کے حق میں اکثر سخت نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں لہٰذا غریبوں کو اس دُنیا میں اپنی جان و مال کی مناسب حفاظت کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے نقطہ خیال کی طرف بھی خاص دھیان رکھیں۔

ہندوؤں کا وسیع پروپیگنڈا

ادھر مردم شماری کی تاریخ نزدیک آرہی ہے۔ ادھر اونچی ذاتوں کے ہندو لیڈر۔ سادھو سنیاسی۔ گروکلوں کے ادھشٹاتا۔ کالجوں کے پرنسپل اور ہزارہا ہندو اخبارات یہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ اچھوت جاتیاں کسی طرح اپنی ذات ظاہر نہ کر سکیں۔ اور یہ کہ اچھوت اس طرح سے اپنی اصل تعداد سے کمتر ظاہر ہوں۔ کیونکہ وہ غریب اچھوت جاتیوں کو ہی اپنا آسان شکار خیال کرتے ہیں اس لئے کوئی اچھوت کسی غلطی یا لالچ میں پڑ کر اپنے تئیں خالی ہندو نہ لکھوا بیٹھے۔ اور پھر وہ اس طرح بیرونی طور پر اپنی ذات چھپا کر ایسے سخت نقصانات کا باعث ہو۔ کہ جن کی تلافی کرنا بعد ازاں ناممکن ہو۔

نظروں سے دُور۔ دلوں سے دُور

اس وقت مہذب دُنیا کے رُوبرُو ہماری ایسی دُکھ بھری حالت پر کچھ غور ہو رہا ہے۔ اور ہمارے دکھوں کو کمتر کرنے کے لئے کچھ طریق علاج سوچے جا رہے ہیں۔ ذرا ہمارا نام اور ہماری تعداد دُنیا کی نظروں سے اوجھل ہوئی۔ تو فوراً یہ سب موجودہ چرچے اور طریق علاج پبلک کے دلوں سے دُور ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں کوئی اچھوت بیرونی طور پر اپنی ذات چھپانے سے کبھی کوئی برہمن۔ کھتری۔ یا اگروال نہیں بن جائیگا۔ بلکہ یہ اغلب ہے۔ کہ پھر منوسمرتی کے بہت سے یک طرفہ اور انصاف سے بعید احکام غریب اچھوتوں پر اور بھی زیادہ سختی سے عائد کئے جائیں:

اچھوتوں کی جائدادوں کو نقصانات کا خطرہ

موجودہ حالت میں اچھوت جاتیوں کے قبضہ میں جہاں کہیں بھی کوئی بیٹھک۔ ڈیرے۔ یا پنچایتی مکانات ہیں۔ اگر ہمارے اچھوت بھائی کہیں غلطی میں پڑ کر کسی شمار کنندہ کی سرکاری کتاب میں۔ یا کسی تمسک میں۔ یا کسی سرکاری سند میں۔ یا کسی مکان کی رجسٹری وغیرہ کے اندر اپنی اپنی خاص ذاتوں کو واضح کر کے درج نہیں کرائیں گے۔ تو ممکن ہے۔ کہ پھر یہ سب پنچایتی مکانات آخر کار زیادہ ہوشیار اور زبردست اُونچی ذاتوں کے امیر ہندوؤں کے قبضہ ہی میں چلے جائیں۔ کیونکہ اچھوت لوگ عموماً اَن پڑھ اور سادہ لوح ہیں۔ وہ اپنے متعلق خالی ہندو کا مہمل لفظ لکھوا کر پھر اپنی جائدادوں کی ایسی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ جیسا کہ وہ اب اپنی اچھوت جاتیوں کی ہستی اور ذاتوں کو عام پبلک کے سامنے صاف واضح طور پر علیحدہ ظاہر کرنے سے کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی ممکن ہے۔ کہ پھر ہمارے موجودہ پنچایتی مکانوں کے کھنڈروں پر اونچی ذات کے ہندوؤں ہی کی شاندار عمارتیں شاید تعمیر ہو جائیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم سب اچھوت اپنی پنچایتی جائدادوں کی مناسب حفاظت کے لئے بھی مردم شماری میں اپنی اپنی خاص ذاتیں لکھوائیں:

سکھ قوم کی ایک اعلیٰ مثال

جب ہمارے سامنے سکھ قوم کے پیرو ہندوؤں کے زیادہ نزدیک ہوتے ہوئے۔ اور ان کے ساتھ اکثر اوقات بیاہ شادی کے ناطے نسبت رکھتے ہوئے بھی) اپنے تئیں علیحدہ سکھ قوم سمجھتے اور درج کراتے ہیں۔ اور اسی طرح جینی اور بُدھ بھی علیحدہ علیحدہ قوم ہیں۔ تو ہم اچھوت تو درحقیقت خود ہندو شاستروں کے بموجب رواجاً اور عملاً عام ہندوؤں سے بالکل علیحدہ ہی ہیں۔ اور خصوصاً جبکہ ہمارے چھونے سے بلکہ ہمارا سایہ پڑنے سے ہی اُونچی ذات والے ہندوؤں کو بھاری پاپ لگتا ہے۔ ان حالات کے اندر ہمیں اپنے تئیں علیحدہ "اچھوت اقوام" درج کرانے میں کیسے تامل ہو سکتا ہے؟

اچھوت جاتیاں بالکل علیحدہ ہیں

دیکھئے (۱) تاریخ ہند کے ماہرین پر یہ بات بخوبی روشن ہے۔ کہ اچھوت کہے جانے والی سب جاتیاں ہندوستان کے قدیم اصلی باشندے ہیں۔ جو شمالی ہند میں آدی ہندو کے نام سے۔ اور دکن میں آدی دراوڑ کے نام سے مشہور تھیں۔ اس وقت ہمارے آدی ونش کی بڑی بڑی راجدھانیاں تھیں۔ لیکن جب وسط ایشیا سے آریہ فتح یاب ہند میں آئے۔ تب انہوں نے ہمارے سب مقبوضات چھین لئے۔ اور ہماری تہذیب اور تجارت کو مٹا کر ہمیں دسیو۔ داس۔ اور شودر کے نام دے کر اپنا پورا پورا غلام بنا لیا:

(۲) بعد ازاں آریہ سمرتی کاروں نے اپنی سمرتیوں کے اندر ہمارے خلاف بہت سے نفرت آمیز شلوک بطور پروپیگنڈا کے درج کر دیئے۔ تاکہ ہم پھر اُٹھ نہ سکیں:

(۳) رامائن کے اندر بھی بہت سے فقرے ایسے درج ہیں۔ کہ جو غریب جاتیوں کی طرف سخت نفرت اور حقارت کا مادہ بڑھانے کا باعث بن رہے ہیں۔ مثلاً ؎

ڈھول۔ گنوار۔ شودر۔ پشو۔ ناری۔ یہ سب تاڑن کے ادھیکاری

(۴) اونچی ذاتوں کے بالمقابل۔ ہماری اچھوت جاتیوں کے اندر مذہبی رسوم اور فرائض بہت سی باتوں میں ایسے مختلف ہیں۔

کہ کروڑہا اچھوت لوگ تو قدرتاً اپنی اپنی مختلف جاتوں کو ہی اپنا اپنا خاص دھرم سمجھتے ہیں۔

(۵) ہندوستان کے تقریباً ہر ایک شہر اور قصبہ میں اچھوتوں کے گھر عموماً عام آبادی سے نہ صرف بہت دُور فاصلہ پر۔ اور بالکل علیحدہ واقع ہیں۔ بلکہ وُہ اکثر جگہ تو گندے نالوں اور بدرروؤں کے متصل ہی پائے جاتے ہیں۔ اور ہماری مرگھٹیں بھی علیحدہ ہیں۔

(۶) جن پبلک کنوؤں پر گائے کے چمڑے کے بوکوں سے پانی کھینچنے کی عام اجازت ہے۔ وہاں پر اچھوتوں کو پیتل کے لوٹوں اور سُوت کی ڈوری سے بھی پانی کھینچنے کی بدستور سخت ممانعت ہے۔

(۷) ہندوؤں کی دھرم شالاؤں اور براتیں اتارنے کے ٹھکانوں میں بھی اچھوتوں کی براتوں کو کبھی کوئی جگہ نہیں مل سکتی۔

(۸) جیسے بھیڑیں شیروں سے جس قدر دُور فاصلہ پر رہیں۔ اُسی قدر زیادہ امن کے ساتھ اپنے دن گذارتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح سے اچھوتوں کے غریب بچے اونچی ذاتوں کے امیر لڑکوں سے اکثر دُور فاصلہ پر ہی رہنے سے باسلامت رہتے ہیں۔ اگر اتفاق سے کسی اچھوت کا گھر کہیں اونچی ذات کے ہندوؤں کے متصل ہوتا ہے۔ تو اس اچھوت کے غریب بچے وہاں پر دن رات بڑی دہشت اور پریشانی میں کاٹتے ہیں۔

(۹) ہندوؤں کے ڈھابوں اور تنوروں پر بھی اچھوت جاتیوں کے لوگ باامن بیٹھکر کھانا نہیں کھا سکتے۔ لہذا ہر وجہ سے مردم شماری میں ہم اچھوت جاتیوں کو اپنی علیحدہ اچھوت اقوام اور اپنی اپنی خاص ذاتیں لکھوانی نہایت ضروری ہیں۔ تاکہ پھر ہم اپنی بڑی بھاری تعداد آبادی کی بنا پر اپنے انسانی حقوق کا اس ملک سے پورا پورا مطالبہ کر سکیں۔ جب ایک دفعہ ہمارے انسانی حقوق قائم ہو جائینگے۔ تب اونچی ذات کے ہندو ہمیں انسانیت کا درجہ دینے کے لئے خود بخود تیار ہو جائینگے۔

ہندو لیڈروں نے ہمارے لئے کیا کیا

(۱) ہندو لیڈر لگاتار عرصہ دراز سے اپنی اونچی ذاتوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اعلےٰ اعلےٰ یونیورسٹیاں۔ گروکل کالج ہائی سکول۔ اور بے شمار مڈل اور پرائمری سکول قائم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور ان کی امداد میں وقتاً فوقتاً لاکھوں روپے کے دان دیتے ہیں۔ اور لاکھوں روپے کے مکانات اور زمینیں وقف کرتے ہیں۔ بہت سے ہندو دیوتا اور ہندو دیویاں اپنی اپنی خاص پرتگیائیں باندھکر اُن درسگاہوں کے لئے بھاری بھاری فنڈ جمع کرنے کے واسطے آمادہ ہوتے ہیں۔ کیا کبھی کسی دیوتا سروپ پُرش یا دیوی نے کہیں اچھوتوں کے غریب بچوں کے لئے بھی کوئی پرائمری سکول تک قائم کرنے کرانے کے لئے ایسی پرتگیائیں کی ہیں؟

(۲) انسانی حقوق کا دینا یا دلانا تو درکنار۔ موجودہ ذہنیت کے ہزارہا ہندو اخبارات ہمیں دُکھ دردوں کا اظہار کرنے کے لئے بھی اپنے اخباروں کے اندر کبھی کوئی جگہ چند سطور تک کی دینا پسند نہیں کرتے۔ ہندو لیڈر اور اخبارات مہذب دنیا کے آگے یہ ظاہر کرنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ کہ اچھوتوں کو اُٹھانے کے لئے بہت کافی اور مؤثر کوششیں کی گئی ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے نہرو رپورٹ) معمولی ہندوؤں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو گریجوایٹ اور کئی ہندو ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر تک بھی ایسے ہیں۔ جو اکثر اوقات اپنے ہم خیال ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کے کانوں میں ایسے ایسے مخالف خیال پرونے سے دریغ نہیں کرتے کہ "اگر چوہڑے۔ چماروں کے بچے بھی پڑھنے لگ جائیں گے تو پھر ہماری اُونچی ذاتوں کو کون پوچھیگا" اور نیز یہ کہ "اچھوتوں کے لئے علیحدہ پاٹ شالائیں قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے" دیکھئے ہماری قسمتوں کے کھیل۔ ایک طرف تو اُونچی ذات کے ہندو اصحاب ان موجودہ سکولوں کے اندر ہمارے بچوں کو عملاً داخل کرنا پسند نہیں کرتے۔ دُوسری طرف ہمارے لئے پرائمری سکول علیحدہ جاری کرنے کرانے کے لئے ہماری غریبانہ کوششوں کو بھی بار آور دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ اور باہر کی دُنیا کے آگے یہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اچھوتوں کے بچے خود ہی پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ جہاں کہیں کچھ تعداد اچھوتوں کی پڑھنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے۔ وہاں ان کو بے جا نفرت اور لاپرواہی سے شکستہ دل کر کے پیچھے کو دھکیل دیا جاتا ہے۔

(۳) ہمارے غمناک دُکھ دردوں کے دُور کرنے کرانے کے لئے خود بھی آواز اُٹھانا تو درکنار۔ اگر کوئی باہر کا خدا ترس رحمدل شخص ہمارے ایسے دکھوں کا کبھی اظہار کرتا ہے۔ تو ہندو لیڈر جھٹ اس کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔

کیا جات پات توڑک سبھا نے ہمارے لئے کچھ کیا؟

(۱) جو اصحاب اپنے آپ کو جات پات توڑک منڈل کا حامی ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم بڑے شوق سے یہ جاننے کی خواہش کرتے ہیں۔ کہ کم از کم ایسے اصحاب کے اندر تو ضرور کچھ تعداد ایسے اصحاب کی ہونی چاہیئے۔ جنہوں نے کہیں اچھوتوں کے ساتھ بیاہ شادیوں میں برابر کا رشتہ (یعنے ڈولی لینے اور دینے کا) قائم کیا ہو۔ یا جنہوں نے اچھوتوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی اپنے دان پُن کا کچھ حصہ وقف کیا ہو۔ یا جنہوں نے اپنی وصیتوں کے اندر جہاں وُہ اپنی اُونچی ذاتوں کے خیراتی کاموں کے لئے لاکھوں روپے وصیت کر کے چھوڑ جاتے ہیں۔ وہاں انہوں نے اپنی ایسی وصیتوں کے اندر اچھوتوں کی بہتری کے لئے بھی کچھ حصہ اپنے دانوں کا مقرر کر رکھا ہو۔ یا جنہوں نے اپنے خاص اخبارات کے اندر مظلوم اچھوتوں کے اپنے نقطہ خیال سے لکھے ہُوئے کسی خط یا مضمون کو کبھی جگہ دی ہو۔ یا جنہوں نے ایسی منوسمرتی کو (جس کے اندر کھلم کھلا اچھوتوں کے ساتھ بے رحمانہ سلوک بڑھانے والے بہت سے شلوک صدیوں سے جاری شدہ آج تک برابر قائم ہیں) کبھی منسوخ کرنے کرانے کے لئے کوئی مناسب تجاویز لیجسلیٹو اسمبلی کے سامنے پیش کی ہوں۔ براہ مہربانی کوئی معزز اصحاب پبلک مفاد کے لئے مذکورہ بالا پانچ امور پر روشنی ڈال کر ہم اچھوتوں کو شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔

(۲) علاوہ ازیں جب جات پات توڑک سبھا کے سب سے بڑے فراخ دل حامی شریمان بھائی پرمانند جی کا یہ خیال ہے۔ کہ "مَیں جات پات کے تو بہت خلاف ہُوں۔ لیکن میں . . . مذہبی پابندیوں کو توڑنے کے حق میں نہیں ہُوں" (روزانہ ملاپ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۰ء) تو پھر کسی اور کا کیا کہنا۔ کیا اس طرح فرضی طور پر ذات چھپانے سے کبھی ذات پات دُور ہو سکتی ہے تا وقتیکہ ساری اُونچ نیچ کی جڑ منوسمرتی یا اس پر مبنی موجودہ ہندو لاء کی ضروری ترمیم کرنے کرانے کے لئے کوئی مناسب تدابیر عمل میں نہ لائی جائیں۔

(۳) جب آریہ سماج کے اندر اچھوتوں کی ایسی مصائب دُور کرنے کرانے کا کوئی عملی علاج موجود نہیں۔ جیسا کہ اس کے گذشتہ پچاس سالوں کے کاموں سے صاف ظاہر ہے۔ تو پھر دیگر ہندو فرقوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ دیکھئے ستیارتھ پرکاش باب سوم درباره تعلیم۔ صفحہ ۲۵۔ پر اچھوتوں کے بارہ میں کیسی مخالفانہ آواز ہے "جو خاندانی اور نیک چلن شودر ہو۔ تو اس کو منتر سنگھتا چھوڑ کر (دیگر) سب شاستر پڑھاوے اور شودر پڑھے۔ لیکن اس کا اوپنین سنسکار نہیں کرانا چاہئے اور یہ رائے کئی ایک آچاریوں کی ہے"

ہندوؤں میں اچھوتوں کو اُٹھانیکے لئے کوئی جگہ نہیں

دیکھئے (۱) ہندو دھرم میں یہ ایک عام عقیدہ ہے۔ کہ اچھوت جاتیاں پرمیشر کی طرف سے اُونچی ذاتوں کی محض خدمتگاری کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُونچی ذاتیں اچھوتوں کو علم و ہنر سے ہمیشہ محروم رکھتی رہی ہیں۔

(۲) ہندو دھرم کا یہ بھی ایک بڑا اصُول ہے۔ کہ اچھوت جاتیاں اپنے پہلے جنموں کے کھوٹے کرموں کے مطابق پرمیشر کی دی ہُوئی سزا کے طور پر ایسے عذاب اس دُنیا میں آن کر بھوگ رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اچھوتوں کی موجودہ تکالیف کو دُور کرنے کرانے میں کوئی امداد پہونچانا۔ ایسی ذہنیت کے نزدیک شاید پرمیشر کی مرضی کے خلاف چلنے کے برابر ہے۔

(۳) ویدک زمانہ سے لیکر آج تک ہمارے علم میں کوئی رشی

بقیہ صفحہ ۴

صاحبان! حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق میں چند الفاظ میں ایک ریزولیوشن پیش کرتا ہوں۔ آپ صاحبان نے اخبارات میں پڑھ لیا ہوگا۔ کہ ہمارے صوبہ کے گورنر صاحب پر یونیورسٹی ہال میں ریوالور سے حملہ کیا گیا ہے۔ خدا کے فضل سے قاتلانہ حملہ کرنے والا اپنی ناپاک کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔ اسلام امن کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ہر قسم کے فتنہ وفساد سے روکتا ہے۔ اس تعلیم کی وجہ سے ہمیں کسی قاتل سے کوئی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ اور ہم سلسلہ کی روایات کے مطابق گورنر صاحب بہادر پنجاب سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ گورنر صاحب بہادر نہایت شریف اور خیر خواہ انسان ہیں۔ پس یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم حملہ آور کے خلاف سخت نفرت کا اظہار کریں۔ اور صاف طور پر کہدیں۔ کہ ایسے کمینہ اور وحشیانہ طریقوں سے کسی قوم کی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اس مختصر سی تقریر کے بعد میں یہ ریزولیوشن پیش کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں۔ کہ سب احباب متفقہ طور پر تائید کریں گے۔

جماعت احمدیہ کے اس اجتماع کو اس خبر سے نہایت رنج اور صدمہ ہوا ہے۔ کہ کسی شریر نے بزدلانہ حملہ کرکے ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب بہادر پنجاب کی جو بلاشبہ ہندوستان کے بہترین دوستوں میں سے ہیں۔ جان لینے کی کوشش کی ہے۔ ہم اُن کی سچی خیر خواہی اور ہمدردی کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں بچا لیا۔

مولوی مصباح الدین صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ نے اس ریزولیوشن کی تائید کی۔ اور ریزولیوشن متفقہ طور پر منظور ہوا۔

دوسرا ریزولیوشن

جناب چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے نے اس مضمون کا پیش کیا۔ جماعت احمدیہ بڑے زور کے ساتھ اس جرم کے متعلق جو ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب کے متعلق کیا گیا۔ اظہار نفرت کرتی ہے۔ اسی طرح اس سے پہلے جو ایسے ہی جرم کئے گئے ہیں۔ ان کے خلاف بھی اظہار نفرت کرتی ہے۔ اور گورنمنٹ کو مشورہ دیتی ہے۔ کہ فوراً ایسے مؤثر طریق اختیار کئے جائیں۔ جن کے ذریعہ ذمہ دار سرکاری افسروں کی زندگی محفوظ رہ سکے۔ اس پر خواہ کتنا خرچ کرنا پڑے اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ اور نہ اس بات کی پرواہ کی جائے۔ کہ گورنمنٹ کے مخالف لوگ کیا نکتہ چینی کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کے افسروں کی جان کی حفاظت کرنا گورنمنٹ کا اخلاقی فرض ہی نہیں۔ بلکہ پبلک کے متعلق جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ وہ بھی اس کے بغیر پوری نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ جب تک افسروں کی جانوں کی حفاظت نہ ہو۔ ملک میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ گورنمنٹ کو اس بارے میں بہت مضبوطی سے کام کرنا چاہیئے۔ تاکہ گمراہ تشدد پسندوں کی طرف سے گورنمنٹ کو مرعوب کرنے کے لئے جو رویہ اختیار کیا جارہا ہے۔ اس کا انسداد کیا جائے

اس کی تائید شیخ محمد امین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور نے کی۔ اور ریزولیوشن حاضرین کی متفقہ تائید سے پاس ہوا۔

تیسرا ریزولیوشن

چودھری مظفر الدین صاحب بی۔ اے کلکتہ نے یہ پیش کیا۔

جماعت احمدیہ کی یہ رائے ہے۔ کہ بنگال اور پنجاب میں سرکاری افسروں پر قاتلانہ حملے کرنے کے جو واقعات ہو رہے ہیں۔ وہ خاص طور پر معنی خیز ہیں۔ کیونکہ ہندوستان کے انہی دونوں صوبوں میں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ ان صوبوں میں ایسے واقعات کے ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ساری کارروائی ایک خاص سکیم کے ماتحت کی جارہی ہے۔ جس کی غرض یہ ہے۔ کہ حکومت کو الٹ دینے والے لوگ دراصل گورنمنٹ کو اور مسلمانوں کو ڈرا کر اور مرعوب کرکے چاہتے ہیں۔ کہ تمام ہندوستان میں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ یہ بات اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بمبئی کا صوبہ جہاں انقلابی جوش وخروش بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور جہاں ہندوؤں کی آبادی مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ وہاں ایسے واقعات عملی رنگ میں نہیں پائے جاتے

باوجود اس کے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ اس قسم کے افعال سے جو تشدد کرنے والے کر رہے ہیں۔ ڈر کر کوئی غلط طریق اختیار نہ کریگی۔ اور یہ نتیجہ نہ نکالے گی۔ کہ مسلمان جو ایسے کاموں میں حصہ نہیں لیتے۔ اور ان سے رُکے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں اپنی سیاسی ترقی اور ملکی حقوق کا خیال نہیں ہے۔

جناب ڈاکٹر محمد منیر صاحب امیر جماعت احمدیہ امرتسر نے اس کی تائید کی۔ اور متفقہ طور پر یہ ریزولیوشن بھی پاس ہوا۔

چوتھا ریزولیوشن

جناب چودھری غلام احمد صاحب ایڈووکیٹ پاکپٹن نے حسب ذیل مفہوم کا پیش کیا۔

احمدیہ جماعت کا یہ مجمع ایسے قاتلانہ حملوں کے متعلق نہ صرف نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ بلکہ احمدیہ جماعت اس قسم کے قاتلانہ حملوں اور فتنہ وفساد کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہی ہے۔ اور اب بھی اعلان کرتی ہے۔ کہ وہ تیار ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی امید کی جاتی ہے۔ کہ دوسرے مسلمان بھی اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ساتھ ہونگے۔

اس کی تائید جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر اخبار فاروق نے کی۔ اور ریزولیوشن متفقہ طور پر پاس ہوا۔

پانچواں ریزولیوشن

جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر نے پیش کیا۔ کہ ان تمام ریزولیوشنز کی نقول ہندوستان کے تمام صوبجات کے گورنروں ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند اور وزیر ہند کو بھیجی جائیں۔

مولوی عبدالسلام صاحب عمر نے اس کی تائید کی۔ اور یہ بھی متفقہ طور پر پاس ہوا۔

ان تجاویز کے پاس ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

چونکہ اب پروگرام کے مطابق جلسہ شروع ہوگا۔ اس لئے میں جاتا ہوں۔ امید ہے۔ احباب شوق اور توجہ سے جلسہ کی تقریریں سنینگے تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں:۔

بقیہ صفحہ ۸

منی۔ ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے اچھوتوں کے لئے ایسے مصائب کو دُور کرنے کے لئے کہیں واضح طور پر اپنی پکی آواز اٹھائی ہو۔

(۴) اب تک آریہ پُرشوں نے اچھوتوں کے لئے جو کام کئے ہیں۔ اُن کا یہاں پر دوہرانا بے محل نہ ہوگا۔ وہ کام یہ ہیں۔ کئی آریہ لیڈر اچھوتوں کے چند اُن پڑھ ممبران کو محض گائتری منتر طوطوں کی طرح زبانی رٹانے میں ہی ان کی نجات سمجھتے ہیں۔ کئی محض ان کو جنیو دینے ہی میں۔ اور کئی ان کو کسی مندر میں خاص موقعہ پر مورتی کے درشن کرا دینے ہی میں ان کی پوری مکتی سمجھتے ہیں۔ کیا ان سب حالات سے یہی نہیں سمجھا جاسکتا۔ کہ عموماً آریہ لیڈروں کو اچھوتوں کی دماغی جسمانی اور مجلسی بہتری کا کوئی ایسا خیال نہیں۔ انہیں اگر کوئی فکر ہے۔ تو محض اپنی تعداد میں اضافہ کرنے کی ہی فکر ہے۔ اور وہ بھی اپنی خاص ذاتی عظمت کی مزید ترقی کے لئے۔ جیسے کونسلوں کی ممبری کے لئے کوئی امیدوار اپنے ذاتی اقتدار کے لئے غریب سے غریب ووٹروں کو اپنانے کی ایک سیاسی چال چلتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے کئی اونچی ذات والے ہندو۔ ولت اودھار اور ہندو سماج سدھار جیسے دلفریب ناموں کے ساتھ غریب اچھوتوں کو آجکل عارضی طور پر اپنانے کی نمائش کر رہے ہیں:۔

محکمہ مردم شماری کے افسران کی خدمت میں

ہماری ایک باادب درخواست ہے۔ کہ وہ براہ رعیت پروری اپنے اپنے ضلعوں کے اندر کام کرنے والے جُملہ شمار کنندگان مردم شماری کو اس امر کی بابت خاص ہدایات جاری فرمائیں۔ کہ کوئی شمار کنندہ اچھوت جاتیوں کو مہمل طور پر خالی ہندو لکھنے کی غلطی نہ کرے۔ بلکہ اچھوتوں کی مختلف ذاتیں بغور تحقیق کرکے درست درج کریں اور مردم شماری کا مدعا بھی یہی ہے۔ کہ مطلوبہ امور کی بابت صحیح صحیح طور پر سچے اندراج کئے جائیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ تاوقتیکہ کسی ملک کے اندرونی حالات یا امراض کی سچی تشخیص نہ ہو۔ تب تک اُن کا علاج کرنا نہایت مشکل ہے:۔

جملہ مذاہب کے انصاف پسند اور فرشتہ سیرت معزز اصحاب سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ ازراہ غربا پروری ہماری بے کسی پر رحم کھا کر یہ مضمون کو فراخدلی کے ساتھ اپنے اپنے اردو۔ گورمکھی۔ ہندی۔ اور انگریزی اخباروں میں درج فرما کر ہم پر بڑا احسان فرمائیں جس کیلئے ہم سب اور ہمارے غریب بچے بھی ہمیشہ مشکور گذار ہونگے۔ نیاز مند خاکسار رامہ دیو بیدیال سکرٹری آدی اچھوت سبھا [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

کامیابی کے تین گر

اچھا کام اچھے ذرائع سے کرنا چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اسلام کی ہر ایک بات ہی دوسرے مذاہب سے نرالی ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق جو احکام اسلام نے دیئے ہیں۔ وُہ دیگر مذاہب سے اُسے ممتاز کر کے دکھلاتے ہیں۔ یہی ہمارا اجتماع یعنی جمعہ کا دن ہے۔ اسے ہی دیکھ لو۔ جمعہ بھی دراصل جمع ہی سے نکلا ہے۔ اور یہ درحقیقت علامت اور نشان ہے اس بات کا۔ کہ اللہ تعالےٰ دُنیا کو اس

آخری زمانہ میں

ایک دین پر جمع کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں اس نماز کا خصوصیت کے ساتھ حکم ہے۔ یعنی جس وقت جمعہ کے لئے آواز دی جائے۔ فوراً دوڑ پڑیں۔ اور ذکر کے لئے جمع ہو جاتیں۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ یہ ایک علامت اور نشان تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس کی عظمت تمہارے دلوں میں خدا تعالیٰ قائم کرنا چاہتا ہے۔ تا اس کام کے پورا کرنے کے لئے جب آواز بلند ہو۔ کسی وسوسہ یا دیر یا سستی یا وقت ضایع کئے بغیر دوڑ پڑو۔ پس جمعہ میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وُہ

اسلامی تبلیغ کا ایک نظارہ

ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کن سامانوں سے دُنیا کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ اگر دیکھا جائے۔ تو جمعہ تین چیزوں سے بنتا ہے۔ یعنی

تین چیزیں جُمعہ میں

ہوتی ہیں۔ پہلی لوگوں کا اجتماع۔ یعنی لوگ اکٹھے ہوں۔ تمام شہر بلکہ ملحقہ دیہات کے مسلمان بھی ایک مسجد میں جمع ہو جائیں۔ گویا پہلا ذریعہ جو ترقی کا بتایا ہے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ پراگندگی اختیار نہ کریں۔ بلکہ سب ایک جگہ جمع ہوں جس طرح قیامت کے دن جب صور پھونکا جائیگا۔ تو سب جمع ہو جائینگے۔ اسی طرح جُمعہ بھی رُوحانی قیامت کی علامت ہے۔ اور اس کے لئے بھی فاسعو فرمایا۔ یعنی دوڑ پڑو۔ اور ایسا نہ ہو۔ کہ پیچھے رہ جاؤ۔ اور دوسرے آگے بڑھ جائیں۔ تو

ترقی کا ایک ذریعہ

گویا یہ بتایا۔ کہ سارے مسلمان جتھے کی صُورت میں رہیں۔ اور اس کے بنانے میں جلدی سے کام لیں۔ کسی قسم کا وسوسہ ان کے قلوب میں پیدا نہ ہو۔ یہاں میں ضمناً ان لوگوں کے خیال کی تردید بھی کر دیتا ہوں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ جب مان لیا۔ تو پھر

بیعت کی کیا ضرورت ہے

انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہاں یہ کیوں نہ فرما دیا۔ کہ جب جُمعہ کے لئے پکارا جائے۔ تو گھر پر ہی نماز پڑھ لیا کرو۔ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ کیوں فرمایا۔ تو مان لینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ یہ حکم ہے۔ کہ جہاں دوسرے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ وہاں دوڑ کر جاؤ۔ پس یہ خیال کہ مان لینے کے بعد بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ شیطانی وسوسہ ہے۔

پھر

دوسری چیز ترقی کے لئے

یہ ہے۔ کہ جُمعہ میں اذان ہوتی ہے۔ پھر ایک خطبہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دوسرا طریق ترقی کا تبلیغ ہے۔ یعنی اگر اجتماع چاہتے ہو۔ تو دو طرح سے تبلیغ کرو۔ ایک اذان یعنی باہر کے لوگوں کو تبلیغ۔ اور دوسرے خطبہ یعنی گھر والوں کی تعلیم۔ دیکھو کس طرح

اذان کے مختصر الفاظ میں

میں ہی وُہ سارے مسائل جمع کر دیئے ہیں۔ جن کی طرف اسلام بلاتا ہے۔ توحید۔ رسالت۔ کامیابی کے لئے کوشش اور پھر آخر میں خدا تعالےٰ سے اتحاد کی تلقین۔ تو توحید سے لیکر اللہ تعالےٰ کے ساتھ اتصال تک کی تمام باتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور یہی

اسلام کا مقصد

ہے۔

تیسری چیز یہ ہے، کہ پھر دُعا کریں۔ اور یہ دو رکعت نماز سے جو جمعہ کے دن پڑھتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ پر توکل کریں۔ اور اسکی مدد تلاش کریں۔ یہ تین باتیں اگر جمع ہو جائیں۔ تو یہ ذریعہ کامیابی کا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے کامیابی محال ہے۔

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں سخت مظالم کے ماتحت رہے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ جب انسان مظلوم ہو۔ تو اس کے لئے سوائے اس کے چارہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وُہ ڈنڈا لیکر کھڑا ہو جائے۔ مگر رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی حالات میں سے گذرے۔ اگر تو آپ کی زندگی

پھولوں کی سیج

پر گذرتی۔ تو مصائب میں پڑنے والے کہہ سکتے تھے۔ کہ ہمارے لئے کیا نمونہ ہے۔ آپ کی زندگی آرام والوں کے لئے نمونہ ہو سکتی ہے۔ مگر خدا تعالےٰ نے آپ کو ہر قسم کے دُکھوں اور مصائب میں سے گذارا۔ آپ نے حکومت، ہمسائے، دوستوں، رشتہ داروں کے دُکھ اٹھائے۔ آپؐ کی جائداد بھی ضبط کر لی گئی۔ حتےٰ کہ آپ جب مکہ میں آئے۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ یا رسُول اللہ آپؐ کہاں ٹھیرینگے۔ آپؐ نے فرمایا ہمارے گھروں میں سے تو ایک مکان بھی لوگوں نے نہیں چھوڑا۔ مگر آپ نے یہ سب کچھ برداشت کر کے بتا دیا۔ کہ

انسان کے اخلاق

کیسے ہونے چاہئیں۔ اور اس نمونہ کے بعد ہمارے لئے اور کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔

اس زمانہ میں ہر شخص کے دل میں کامیابی کا خیال ہے اور اسی طرح ہم میں بھی ہے۔ ہماری قوم بھی اپنے ملک کو اسی طرح

سعر زد دیکھنا چاہتی ہے۔ جس طرح اور لوگ۔ اور ہیں تو ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آسکتا۔ کہ گاندھی۔ نہرو۔ وغیرہ ہم زیادہ

آزادی وطن کے دلدادہ

ہیں۔ بلکہ مجھ میں تو یہ خواہش اتنی شدید ہے۔ اور میں کئی دفعہ اس خیال کا اظہار بھی کر چکا ہوں۔ کہ اگر میں احمدی نہ ہوتا۔ تو شاید میں سیاسی لحاظ سے بالکل اکسٹریمسٹ ہوتا۔ کیونکہ فطرتی طور پر آزادی اور

حریت کا جذبہ

میرے اندر بہت شدت کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا کی ہر چیز حد بندیوں کے نیچے ہے۔ اور اگر ان کی پابندی نہ کریں۔ تو عدل و انصاف باقی نہیں رہ سکتا۔ آزادی اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں۔ ہم اس لئے آزادی کو پسند کرتے ہیں۔ کہ اچھے عملوں کی توفیق مل سکے۔ اس وقت انصاف انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ وُہی قانون بناتے ہیں۔ جن سے عدل و انصاف کا منشا پورا ہوتا ہے۔ پھر ملک کے مصیبت زدہ لوگوں سے ہمدردی بھی حکومت ہی کرتی ہے۔ اور ہمارے اندر آزادی کی جو خواہش ہے۔ وُہ اسی وجہ سے ہے۔ کہ ان نیک کاموں میں ہمارا بھی دخل ہو۔ اور یہ ثواب اور نیک نامی حاصل کرنیکا ہمیں بھی موقعہ ملسکے پس جو لوگ

آزادی کیلئے کوشش

کرتے ہیں۔ وُہ لفظ آزادی کیلئے نہیں۔ بلکہ نیکی کیلئے اسکی خواہش کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں۔ ملک کی تجارت۔ عزت اور علوم کو بڑھانے میں ہمارا بھی دخل ہو۔ اب سب کچھ انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ مگر قدرتی طور پر ہمارا دل چاہتا ہے۔ کہ ہم بھی کریں۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ کسی نے ہزار روپیہ صدقہ کیلئے رکھا ہُوا ہو۔ اور اس کا ہمسایہ اسے اُٹھا کر لوگوں میں بانٹ دے۔ اس پر وُہ اس سے ضرور لڑیگا۔ کہ تم نے کیوں بانٹ دیا۔ اور وُہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ آخر تم نے بھی تو بانٹنا ہی تھا۔ اس جواب سے وُہ کبھی خوش نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وُہ کہیگا۔ کہ روپیہ چونکہ میرا تھا۔ اس لئے میرے ہی ہاتھ سے تقسیم بھی ہونا چاہئے تھا۔ اس کے متعلق مجھے

ایک لطیفہ

یاد آگیا۔ ایک بڑا افسر اور ایک اس کا ماتحت ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر سے ملنے گئے۔ بڑے کے پاس ایک ٹوکری میں تحفہ وغیرہ تھا جب اندر جانے لگے۔ تو ماتحت نے کہا۔ لائیے۔ یہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ اور اندر جا کر صاحب کے سامنے رکھدی۔ اس نے سمجھا۔ یہی لایا ہے۔ اور وُہ تمام وقت اسی سے باتیں کرتا رہا۔ بڑا افسر باہر نکل کر اس سے لڑنے لگا۔ چھوٹے نے کہا۔ آپ میرے افسر تھے۔ میں آپ کو کیوں اٹھانے دیتا۔ مگر اس کا منشا یہ تھا۔ کہ چونکہ قیمت میں نے خرچ کی تھی۔ اسلئے میرے ہی ہاتھ سے پیش ہونا ضروری تھا۔ تو اپنے ہاتھ سے نیکی کے کام کرنے سے انسان کو زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے

دو قسم کے صدقے

رکھے ہیں۔ ایک لوگ براہ راست کرتے ہیں۔ اور دوسرے حکومت کے ذریعہ سے تقسیم ہوتے ہیں۔ تا ہر جگہ پہونچ جائیں۔ اور دینے والے کو ثواب بھی ملے۔ ایک شخص اگر افریقہ کے کسی مصیبت زدہ کے لئے چار آنے دینا چاہے۔ تو یہ اسکے لئے مشکل ہے کیونکہ وُہ بھیج نہیں سکتا۔ مگر حکومت کے ذریعہ یہ وہاں بھی پہونچ سکتا ہے

تو شریعت نے ایک حد تک حکومت کی معرفت رکھا ہے۔ تا انسان بھی رب العالمین کی صفت اپنے اندر پیدا کر کے نیکی کی کوشش کرے۔ اور سب کو فائدہ پہنچائے۔ تو یہی خواہشات ہیں جنکے ماتحت ہر مسلمان کے دل میں یہ بات ہے۔ کہ اس کا

ملک آزاد ہو

تا حکومت کے ذریعہ بہتری کے کاموں میں وُہ خود حصہ لے سکے۔ لیکن ساتھ ہی

اسلام کا یہ حکم

بھی ہے۔ کہ ہر کام صحیح اور درست ذریعہ کے ساتھ ہو۔ غلط طریق سے اچھے سے اچھا کام بھی خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ نادانی سے بعض لوگ اچھی چیز کو بُرا بنا لیتے ہیں۔ اور بعض عقل سے بُری کو بھی اچھا کر لیتے ہیں۔ سنکھیا زہر ہے۔ مگر ڈاکٹر لوگ اسی سے کئی لوگوں کی جانیں بچا لیتے ہیں۔ اور پلاؤ کتنا اچھا ہے۔ مگر کوئی اگر اتنا کھا جائے۔ کہ ہیضہ ہوجائے تو یہی اسکے لئے ہلاکت کا موجب ہوسکتا ہے۔ اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ کہ ان ذرائع سے جنکے نتیجہ میں اخلاق تباہ ہوں۔ بزدلی پیدا ہو گی۔ فریب اور دروغگوئی وغیرہ سے کام لینا پڑے۔ ان سے کوئی عمدہ اور اعلیٰ کام بھی کیا جائے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ آجکل بعض لوگ

ناجائز طریقوں سے

ہندوستان کو آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس طرح سے حاصل کردہ آزادی غلامی سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ملک کے اخلاق تباہ ہوتے ہیں۔ یہ بات کسی مذہب میں بھی جائز نہیں۔ کہ راہ چلتے بے گناہ لوگوں پر حملے کئے جائیں۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ

انگریز افسروں کا مارنا

جائز ہے۔ تو اندھا دھند پستول بازی سے جو دوسرے لوگ مارے جاتے ہیں۔ یہ تو بہر حال ناجائز ہی ماننا پڑیگا۔ مثلاً یہی حملہ ہے۔ جو حال میں گورنر پنجاب پر کیا گیا ہے۔ اور جسکے متعلق آپ لوگوں نے آج ہی ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ گورنر صاحب تو بچ گئے لیکن ایک ہندوستانی مارا گیا۔ اس سے زیادہ بُرا اور

بُزدلی کا فعل

کیا ہوسکتا ہے۔ کہ ایک شخص پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔ بہادر کا کام ہے۔ کہ مقابلہ کرے۔ ہجوم میں کھڑے ہو کر گولی چلانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ دوسرا تو اس خیال سے کہ بے گناہ زخمی نہ ہو جائیں۔ مجھ پر حملہ نہیں کریگا۔ اور میں جسے چاہوں مار سکتا ہوں۔ تو گویا ایسا شخص زبان حال سے انگریزوں کی شرافت اور اپنی کمینگی کا اقرار کرتا ہے اور اس سے وُہ اپنی قوم کی بھی ہتک کرتا ہے۔ اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ میں

اتنا کمینہ

ہُوں۔ کہ ایک ایسی جگہ جہاں اور بیگناہ لوگوں کو بھی گولی لگ جانیکا امکان ہے۔ بے تحاشا گولی چلا سکتا ہُوں۔ مگر انگریز اس خیال سے کہ کسی اور کو نہ لگ جائے۔ ہجوم میں مجھ پر فائر نہیں کرینگے۔ اور اس سے زیادہ کوئی شخص اپنی قوم کی ذلت اور کیا کر سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیگناہ لوگوں پر حملہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ صحابہ کہتے۔ کہ اب دشمن غافل ہے۔ یا سویا ہُوا ہے۔ حملہ کر دیا جائے۔ تو آپ فرماتے۔ نہیں۔ ٹھہرو۔ صبح اذان دینگے۔ اور پھر حملہ کرینگے۔ مگر ہندوستانی ان دنوں

بے گناہ لوگوں پر گولی چلا کر

اپنی قوم کی توہین کر رہے ہیں۔ پھر یہ کس قدر بیحیائی ہے۔ کہ عورتوں کو آگے کر دیتے ہیں۔ اور آپ پیچھے رہتے ہیں۔ گویا خود اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہم تو ایسے ذلیل ہیں کہ

عورتوں کے پیچھے چھپتے ہیں

مگر ہمارا دشمن ایسا شریف ہے۔ کہ وہ عورتوں پر حملہ نہیں کریگا۔

غرضیکہ یہ تمام افعال ناشائستہ ہیں۔ اور چونکہ

ہماری جماعت کا فرض

ہے۔ کہ اخلاق کو دُنیا میں قائم کرے۔ اسلئے اس حالت کو تبدیل کرنیکی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ ممکن ہے۔ کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوں جو کہدیں۔ کہ یہ لوگ اپنے ملک کی خیر خواہی کر رہے ہیں۔ ہمیں انہیں بُرا کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر یہ خیر خواہی ویسی ہی ہے جیسے ایک قصہ حضرت مسیح موعودؑ سُنایا کرتے تھے۔ کہ کسی شخص کی ریچھ سے سادوستی تھی۔ اور جس طرح لوگ کتے اور دوسرے جانوروں کو سدھا لیتے ہیں۔ اس نے اسے سدھایا ہوا تھا۔ اس شخص کی ماں سو رہی تھی۔ اور ریچھ بیٹھا اُسکی مکھیاں اُڑا رہا تھا ایک مکھی بار بار آکر بیٹھتی تھی۔ جسے وُہ بار بار اڑاتے اڑاتے تنگ آگیا۔ آخر اُسنے ایک پتھر اٹھا کر مارا جس سے ماں بھی مر گئی۔ پس یہ خیر خواہی بھی اس ریچھ کی خیر خواہی سے مشابہ ہے۔ اگر حکومت کے حصُول کیلئے ضمیر کو تباہ کر لیا جائے۔ تو

آئندہ نسل

چوروں۔ ڈاکوؤں۔ اور فریبیوں کی پیدا ہوگی۔ اور ایسے لوگوں کو اب کسی نے قید کر رکھا ہے یہ تو اب بھی آزاد ہی ہیں جسے چاہیں مار دیں۔ اور لوٹ لیں۔ مادر پدر آزاد کو کوئی قید نہیں۔ قید تو اسی صورت میں ہے۔ کہ انسان شرافت کے اصُول کو تسلیم کرے۔ اور اگر ایسی آزادی حاصل ہو۔ جو آئندہ نسل کو جھوٹا۔ فریبی اور بزدل بنا دے۔ تو اس کی کیا قیمت ہوسکتی ہے۔ اور اس اصُول کو تسلیم کر لینے سے کبھی امن نہیں ہوسکتا۔

ظلم کا خیال

تو لوگوں میں ہر وقت پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ رسول کریمؐ نے ایک موقعہ پر مال تقسیم کیا۔ تو ایک شخص نے کہدیا۔ کہ اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا مدنظر نہیں رکھی گئی۔ اور انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ اس پر رسُول کریمؐ نے فرمایا۔ اگر میں انصاف نہیں کرتا۔ تو اور کون کریگا۔ اگرچہ اس شخص کا یہ خیال غلط تھا۔ مگر اُسنے کہہ تو دیا۔ اور اسکے دل میں بھی یقیناً یہی ہوگا۔ غرض ایسی شکایات ہمیشہ پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ فرض کرو۔

ہندوستانیوں کی اپنی حکومت

قائم ہوجائے۔ تو اس سے بھی کئی ایک کو اختلاف پیدا ہوگا۔ اور اگر یہ اصُول تسلیم کر لیا جائے۔ تو خواہ گاندھی۔ نہرو۔ وغیرہ کوئی بھی حکمران ہو۔ اس کے خلاف کئی لوگوں کا ہونا یقینی ہے۔ اور اسطرح وُہ انہیں علیحدہ کرنیکی کوشش کرینگے۔ اور ہندوستان میں امن و امان کسی صورت میں بھی قائم نہ ہوسکیگا۔ بلکہ ہمیشہ خونریزی جاری رہیگی۔ مگر شریف آدمی بلاوجہ تو درکنار لڑائی میں بھی دوسرے کو مارنے سے گریز کرتا ہے۔ ایک جنگ کے موقعہ پر ایک کافر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنیکی خواہش کی۔ دوسرے صحابہ اسکے مقابل پر نکلے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ نہیں اسے میرے سامنے ہی آنے دو۔ اُسنے آپ کی جان لینے کی انتہائی کوشش کی۔ وُہ ایک مشہور جرنیل تھا۔ مگر آپ کو کوئی گزند نہ پہونچا سکا۔ اس پر بھی آپ نے اسے مارا نہیں بلکہ صرف نیزہ کی انی اسکی گردن میں چبھو دی۔ جس سے وُہ چیخنے لگا۔ اور کہتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ میرے اندر آگ لگی ہُوئی ہے۔ تو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شدید معاند کو بھی جان سے نہیں مارا۔ بلکہ صرف زخمی کر کے چھوڑ دیا۔ حالانکہ میدان جنگ میں مخالف

کو قتل کرنا شرافت اور انسانیت کی رُو سے مار نا جائز سمجھا گیا ہے۔

شریف آدمی

کسی خاص مجبوری کے سوا یوں کھلے بندوں کسی کو مارنے سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق جو ایسے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جنکی سزا قتل ہے۔ اور پھر وہ گرفتار نہیں ہوتے۔ بعض دفعہ حکومت بھی اعلان کر دیتی ہے۔ کہ جہاں ملیں مار دو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ اور چیز ہے۔ لیکن بغیر کسی جرم کے حکومت کی اجازت۔ اور باقاعدہ مقدمہ چلائے بغیر۔ اور بغیر اسکے کہ اپنے آپ کو حکومت حاصل ہو۔ یوں کسی کو

جان سے مار دینا

اور چھپ چھپکر گولیاں اور بم وغیرہ چلانا۔ نہایت ہی غیر شریفانہ فعل ہے۔ اس طرح بعض جگہ ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ وہ انگریز افسر جس پر حملہ کیا گیا۔ وہ تو بچ گیا۔ مگر دوسرا کوئی ہندوستانی مارا گیا۔ اسی واقعہ میں دیکھ لو۔ گورنر تو بچ گیا۔ مگر چانن سنگھ غریب مارا گیا۔ اور یہ ایسی اخلاق سے گری ہوئی حرکات ہیں۔ کہ ہماری جماعت کو پورے زور کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ یہ مت سمجھو۔ کہ ہم یہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ آخر یہ خفیہ سازشیں ہوتی ہیں۔ ہمارے ارد گرد ہی ہوتی ہیں۔ کوئی لاہور میں ہوتی ہے۔ کوئی جہلم اور سیالکوٹ میں اور کوئی دوسرے اور شہروں میں۔ اگر ہر جگہ کے آدمی اپنے کان کھلے رکھیں۔ تو وہ بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ ہمارا

اخلاقی فرض

ہے۔ کہ اس وباء کو ہندوستان سے نکال دیں۔ ورنہ یہ حرکات ایک ایسے باب کو کھول دینگی جس سے روحانیت کا مقصد فوت ہو جائیگا۔ یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے۔ کہ پھر آزادی کس طرح حاصل ہو۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر قانون شکنی اور ایسے اخلاق سوز افعال کے ارتکاب کے آزادی حاصل نہ کی تھی۔ کیا کفار مکہ انگریزوں سے کم ظالم تھے۔ انہوں نے تو قسمیں کھا رکھی تھیں۔ کہ مسلمانوں کے ہاتھ عام اشیائے خوردنی بھی فروخت نہیں کرینگے۔ مگر انگریزوں نے تو کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔ بلکہ الٹا ہندوستانیوں کی طرف سے ان کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس پر بھی کوئی گرفت براہ راست نہیں کرتے۔ اگر ایسی ترغیبات کی وجہ سے کسی کو گرفتار کرنا ہوتا ہے۔ تو اسکے لئے بھی کوئی نہ کوئی قانون کی آڑ ضرور لے لیتے ہیں۔ تو ایسے ظالموں کی حکومت کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رہے۔ اور انکے انتہائی مظالم کو نہایت استقلال سے برداشت کیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے خود ہی ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ کہ انہیں آزادی مل گئی۔ یہی انگریز ایک زمانہ میں

اٹلی کے ماتحت

تھے۔ اور بظاہر آزادی کی کوئی صورت نہ تھی۔ مگر اٹلی میں بغاوت ہو گئی۔ اور تمام فوجیں وغیرہ وہاں لیجانی پڑیں۔ اور انہوں نے اس ملک کو بالکل چھوڑ دیا۔ بلکہ انگریز کہتے بھی رہے۔ کہ ہمیں کیوں چھوڑ گئے۔ مگر انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیں۔ تو وہ خود بخود

آزادی کے سامان

پیدا کر سکتا ہے۔ خدا کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے۔ کہ ہم اسکے فضلوں کو جذب کرنیوالے ہوں۔ دوسروں کے دلوں کو وہ خود بخود ہی موم کر دیگا۔ ڈاکٹر کلارک والے مقدمہ کے موقعہ پر گورداسپور میں ایک ایسا شخص ڈپٹی کمشنر تھا جو جب یہاں آیا۔ تو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہا تھا۔ کہ اسے سزا کیوں نہیں دیجاتی مگر جب پادریوں کی طرف سے آپ پر

قتل کا مقدمہ

کھڑا کیا گیا۔ تو مسٹر ڈگلس کے ساتھ کام کرنیوالے شخص نے سنایا۔ کہ وہ جب گورداسپور سے اس مقدمہ کی تاریخ دیکر بٹالہ میں آیا۔ تو سخت گھبرایا ہوا تھا۔ میں نے اسے کہا۔ صاحب ویٹنگ روم میں کرسیاں وغیرہ موجود ہیں۔ آپ اندر آکر بیٹھیں۔ وہ بیٹھا مگر پھر باہر نکل آیا۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ کیا تکلیف ہے۔ تو اُسنے کہا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں مرنے لگا ہوں۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ جس شخص نے یہ واقعہ سنایا۔ وہ احمدی نہیں۔ اُسنے پھر دریافت کیا۔ تو مسٹر ڈگلس نے کہا۔ جہاں تک قانونی نکات کا تعلق ہے۔ مرزا صاحب پر جرم ثابت ہے لیکن جس وقت سے وہ میرے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ میں جس طرف منہ کرتا ہوں۔ وہ سامنے نظر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ میں مجرم نہیں۔ اور یہ حالت ایسی شدت سے مجھ پر وارد ہو گئی ہے۔ کہ محسوس ہوتا ہے۔ میں مر جاؤنگا۔ یا مجھے جنون ہو جائیگا۔ اس شخص نے سنایا۔ میں نے اُسے کہا۔ اندر بیٹھکر مشورہ کرتے ہیں۔ اور کپتان پولیس کو وہاں بلا لیا۔ اور اس سے ساری کیفیت بیان کی۔ اس نے کہا۔ اقراری ملزم کو پادریوں سے لیکر میرے حوالہ کر دو۔ پھر میں اُس سے سب کچھ معلوم کرونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ نے جب اس سے پوچھا۔ کہ کیا واقعہ ہے۔ تو پہلے تو اس نے کہا۔ کہ یہی سچی بات ہے۔ جو میں کہتا ہوں۔ مگر جب زیادہ اصرار سے پوچھا گیا۔ تو وہ پاؤں پر گر گیا۔ اور اس نے کہا۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ اگر میں نے اصلیت بیان کی۔ تو پادری مجھے مار دینگے۔ سپرنٹنڈنٹ نے اُسے کہا۔ نہیں۔ اب میں تمہیں پادریوں کے پاس ہرگز نہ جانے دونگا۔ پھر اُس نے بتایا۔ کہ میں نے ایک چیز مشن سے چرائی تھی۔ اس پر پادریوں نے مجھے کہا۔ کہ یا تو جو کچھ ہم کہتے ہیں۔ اس طرح کرو۔ ورنہ قید کرا دیا جائیگا۔ اس وجہ سے میں نے ڈر کر جھوٹ بولدیا ہے۔ مسٹر ڈگلس اب تک یہ واقعہ سنایا کرتے ہیں۔ وہ بعد میں چیف کمشنر ہو گئے تھے۔ اور ولایت میں مجھ سے ملنے بھی آئے تھے۔ اور خود اس واقعہ کا انہوں نے ذکر کیا۔ بلکہ کہا۔ کہ ایک دفعہ ہوشیار پور کے ڈپٹی کمشنر مجھے یہاں ملے۔ اور کہا۔ کہ تم ۲۵-۲۶ سال ہندوستان میں رہے ہو۔ وہاں کا کوئی واقعہ سناؤ۔ میں نے یہی واقعہ ان سے بیان کیا۔

پس اللہ تعالیٰ جب کسی کام میں دخل دیتا ہے۔ تو بندے اس کے منشا کو پورا ہونے سے نہیں روک سکتے۔ اسکا علم انسانوں کے علموں سے بہت زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ دیکھو۔

انفلوانزا کی وباء

شروع ہوئی۔ تو ایک مہینہ کے اندر اندر دو کروڑ انسان مر گئے۔ پانچ سال کی خوفناک جنگ میں اس تعداد سے جو اس وباء سے ہلاک ہو گئی۔ ہندوستان کے لوگوں کی نصف تعداد بھی ہلاک نہ ہوئی تھی۔ بلکہ زخمی بھی نہ ہوئی تھی۔ تو اگر اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے۔ تو وہ خود مدد کرتا ہے۔ مگر ناجائز ذرایع کا استعمال خود اپنے ہاتھوں اپنی ناک کاٹنے کے مترادف ہے۔ پرانے شگون میں،

اپنی ناک کٹانا

اسی کو کہتے ہیں۔ اگر ایک طرف ایک انگریز مر جائے۔ اور دوسری طرف ہماری قوم کے اخلاق تباہ ہوں۔ تو بتاؤ کون نقصان میں رہا۔ کیا انگریز اس سے ڈر جائینگے۔ وہ سارے صرف دو لاکھ کی تعداد میں یہاں حکومت کر رہے ہیں۔ اور اس رفتار سے کتنی ہزار سال میں ایک لاکھ کی باری آئیگی پھر کیا یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر سال چند ایک آدمی بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ جاہلانہ خیال ہے۔ چند آدمیوں کے قتل ہونے سے کون ڈر سکتا ہے۔ ایک انگریز افسر مر جاتا ہے۔ تو اس نے آخر ایک دن مرنا ہی تھا۔ مگر اسکی موت ہماری قومی روح کو کچل دیگی۔ پس جماعت کو چاہئے کہ جذبہ حب الوطنی اور خیر خواہی کی رُو سے بھی اور امن قائم رکھنے کے خیال کے ماتحت بھی ایسے لوگوں کو سمجھائیں۔ اور اگر پتہ لگ جائے۔ تو انہیں اس تباہی سے بچانیکی کوشش کریں۔ آخر وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ اور اگر باز نہ آئیں۔ تو ان کا مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ اگر ہمارا ملکی بھائی تباہ ہوتا ہے۔ تو ہر طریق سے اُسے بچانا ہمارا فرض ہے۔ ہمسایہ کے گھر کو اگر آگ لگے۔ تو ہمیں بھی اس سے نقصان کا احتمال ہے

پس جذبہ حب الوطنی کے لحاظ سے بھی ہمارا فرض ہے۔ کہ اس صورت کو بدلنے کی کوشش کریں۔ یہ قطعاً خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کہ ہمیں کیا۔ اس سے انگریزوں کا نقصان کم ہے۔ اور ہمارا زیادہ۔ بلکہ سب سے زیادہ نقصان ہمارا ہی ہے۔ کیونکہ ہمارے سوا کوئی اور قوم مذہب کو قائم کرنے کے لئے کھڑی نہیں ہوئی۔ اور جتنا انسانیت کو نقصان پہونچیگا۔ اتنا ہی ہمارے لئے زیادہ مشکلات پیدا ہونگی۔

ہمیں دعائیں بھی کرنی چاہئیں۔ اور اگر علم ہو۔ تو پورے طور پر ایسے لوگوں کو سمجھانا بھی چاہئے۔ کہ بداخلاقی کا خیال چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ان بھائیوں کو سمجھ عطا کرے۔ کہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق چل سکیں۔ اور اخلاق کو تباہ کرنیوالے نہ ہوں۔ ہندوستان کو آزادی تو حاصل ہو کر ہی رہیگی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے نبی جب آتے ہیں۔ تو وہ برکت ساتھ لاتے ہیں۔ مگر جلد بازی سے ہمیں اخلاق کو بگاڑنا نہ چاہئے۔

جماعت احمدیہ ڈیرہ غازیخان کا خاص جلسہ

جماعت احمدیہ ڈیرہ غازیخان کے ایک عام اجلاس میں جو ۲۶ر دسمبر زیر صدارت اخوند محمد افضل خان صاحب میونسپل کمشنر ڈیرہ غازیخان منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل ریزولیوشنز باتفاق رائے پاس ہوئے:۔

(۱) جماعت احمدیہ اس ناپاک حملہ کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ جو کہ گورنر صاحب بہادر پنجاب پر کیا گیا۔ نیز ان لوگوں سے بھی نفرت کرتی ہے۔ جو اس قسم کے افعال سے ہمدردی رکھتے ہیں۔

(۲) جماعت احمدیہ خداوند تعالےٰ کا شکر ادا کرتی ہے۔ کہ اس نے اپنے فضل سے ہز ایکسیلنسی کو محفوظ رکھا۔ اور شریروں کو ان کے ناپاک ارادہ میں ناکام کیا۔

(۳) حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایات کے مطابق ہر ایک احمدی اپنی خدمات ہز ایکسیلنسی کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اور انہیں اختیار دیتا ہے۔ کہ وہ جس طریقہ پر ان خدمات کو استعمال کرنا چاہیں۔ کریں۔

(خاکسار پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ ڈیرہ غازی خان)

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)